جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں

ابن صفی (اسرار احمد) نے جاوید پریس کراچی سے چھپوا کر
۱۲/۴ فردوس کالونی کراچی ۱۸ سے شائع کیا

پیشرس

خونی فنکار سویرے سے پیش کر رہا ہوں... کراچی کے موسم سے نبرد آزما تھا۔ باقی سب خیریت ہے۔ بہرحال مونالیزا کی کہانی ختم ہو گئی۔ کچھ پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ "مونالیزا کی نواسی" ہی مکمل کہانی تھی۔ سوائے اس کے کہ مجرم فرار ہو گئی تھی۔ درست! جی ہاں میں یہ بھی کر سکتا تھا کہ اس کتاب میں شاہانِ فرانس کے کسی خزانے کا نقشہ پوشیدہ کر دیتا اور کہانی واقعی ختم ہو جاتی۔ لیکن وہ کہانی تو اس طرح پلٹ پڑی جیسے اچانک غیر متوقع طور پر کوئی اُدھ کٹا ہوا خوف زدہ سانپ پلٹ پڑے اور پھن اٹھا کر کھڑا ہو جائے... بس تو پھر جناب ایسے سانپ سے نپٹنے میں کچھ دیر لگتی ہی ہے۔ سو ہو گئی دیر۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ "علامہ اقبال" کی سو سالہ تقریب کے سلسلے میں آپ بھی کچھ لکھیے!... جی ہاں مجھے ضرور لکھنا چاہئے کیونکہ میں نے بھی اقبال کو بڑے چاؤ اور بڑی نیاز مندی سے پڑھا تھا۔ لیکن یقین کیجئے کہ ان کے ایک شعر کے علاوہ مجھے اب اور کچھ یاد نہیں رہا۔ وہ شعر آپ بھی سن لیجئے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

علامہ کا یہ شعر قیامت تک زندہ رہے گا۔ ہر عہد اور ہر زمانے کا آدمی یہی سمجھے گا

کہ یہ بس آج ہی کہا گیا ہے! - اپنی اسی قدر کی بنا پر مجھے یہ شعر یاد رہ گیا، ورنہ اشعار یاد رکھنے کے معاملے میں بے حد غبی واقع ہوا ہوں۔

بہرحال اقبال کے حضور میں بھی نذرِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ - ان کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ - لیکن میری کپکپیاں بدستور جاری رہیں گی۔ - نہ مردِ مومن بننا میرے بس میں ہے اور نہ شاہین ہی بن سکتا ہوں۔ - بس ہاں خودی کے معاملے میں اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنے سے کمتر لوگوں کے سامنے گردن اکڑائے رکھوں۔ - لیکن برتر لوگوں کے بوٹ چاٹنے سے مجھے کون روک سکتا ہے۔ - روک کر تو دیکھے! آخر آ گیا نا مجھے غصہ... لیکن اس غصے کو دھیما کر کے آہستہ سے آپ کے کان میں کہتا ہوں۔ "بھائی وہ منہ کہاں سے لاؤں کہ اقبالؒ کے گن گاؤں"۔

اللہ مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے اور توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں اقبال کے گن گانے کے قابل ہو سکیں۔ - آمین!

ابنِ صفی

۱۲/۷۷ ۱۷

۷۸۶

سر سلطان مضطربانہ انداز میں مسلسل ٹہلے جا رہے تھے لیکن وہ اس طویل برآمدے میں تنہا نہیں تھے! عمران بھی تھا۔ اور ایسی لاتعلقی سے ایک آرام کرسی میں نیم دراز تھا جیسے نہ اسے سر سلطان کی پرواہ ہو اور نہ اس پُراسرار کتاب کی جو اس کی آنکھوں کے سامنے اڑا لی گئی تھی۔ - !

سر سلطان پہلی فلائٹ سے جلال آباد پہنچے تھے اور ان کے ساتھ ڈپٹی سیکرٹری مسعود وارث بھی آیا تھا۔ اس کی حالت اچھی نہیں تھی۔ بری طرح نروس تھا۔ عمران سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا اس طرح ہاتھ مل رہا تھا جیسے پوری زندگی کے پچھتاووں نے بیک وقت یلغار کر دی ہو۔

بالآخر وہ اونچی آواز میں بولا "مجھے قطعی یاد نہیں آتا کہ میں نے پیرس میں کوئی کتاب خریدی ہو۔"

"تو پھر یہ سب کیا تھا!" سر سلطان نے ٹہلتے ٹہلتے رک کر کہا۔ ان کی پشت ڈپٹی سیکرٹری کی طرف تھی۔

"میں کیا عرض کروں جناب؟"

"میرا خیال ہے کہ پیرس چل کر مونالیزا کے داماد سے مل لیا جائے۔" عمران نے پُرمسرت لہجے میں مشورہ دیا۔

"کیا مطلب۔"

"اس نے اپنے باپ کی لائبریری کی کہانی بھی سنائی تھی۔"

"بکواس۔" سر سلطان برا سا منہ بنا کر بولے! "تم نے جس فرد کا حوالہ دیا تھا۔ وہ لاولد ہے۔ بلکہ اس نے سرے سے شادی ہی نہیں کی۔"

“یہ تو کوئی بات ہی نہ ہوئی۔ بہتیرے لوگ اپنی بہتیری باتیں منظرِ عام پر نہیں آنے دیتے۔ مثال کے طور پر کیا آپ کو مونا لیزا کے میاں کا نام معلوم ہے!”

“مت بکواس کرو۔!”

“اس دلیل کی تردید ناممکن ہے!”

“تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ سچ مچ مونا لیزا کی نواسی ہی تھی!”

“ٹھُڈ کابی تھی اُس کی۔!”

“میں نے کئی ایسے ہمشکل دیکھے ہیں جن کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں تھا۔”

“یہ بھی ممکن ہے۔!”

“ٹھیک اَب بھی ممکن ہے!” سر سلطان غُرّائے۔

“میں کب کہتا ہوں کہ ناممکن ہے۔!”

“کیا سہراب اَب بھی بیہوش ہے۔!”

“جی نہیں اَب صرف آرام کر رہا ہے!”

“اور دوسرا آدمی۔!”

“وہ بھی تندرست ہے... البتہ... وہ لڑکی فوزیہ بُری طرح گھگھیا رہی ہے کہ اُسے چھوڑ دیا جائے۔ اُس نے اعتراف کر لیا ہے کہ سُہراب نے اُس سے تہ خانے سے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ شِتّی سے اُس کا تعارف کرا دے۔”

“لیکن سُہراب اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔!”

“جی نہیں۔! اور مجھے یقین ہے کہ وہ اِس سلسلے میں جھوٹ نہیں بول رہا!” عمران نے کہا۔

“تم اُس تک کس طرح پہنچے تھے۔!”

“اُسی آدمی کا تعاقب کرتا ہوا پہنچا تھا جو راتوں کو ڈپٹی سیکرٹری صاحب کے بنگلے میں کچھ تلاش کیا کرتا تھا!”

سر سلطان کچھ کہنے ہی والے تھے کہ ایک ملازم نے اندر سے آکر عمران کو کسی کی فون کال کی اطلاع دی۔

“اجازت ہے!” عمران نے اُٹھتے ہوئے سر سلطان سے پوچھا۔ اور اُنہوں نے مکھی اُڑانے کے سے انداز میں ہاتھ ہلا دیا۔

ملازم کی رہنمائی میں فون تک پہنچا۔ ریسیور میز پر پڑا تھا۔ اُٹھا کر کان سے لگایا۔

“ہیلو...! کون ہے!”

“جولیا!” دوسری طرف سے آواز آئی “ابھی ابھی صدیقی کی کال آئی تھی۔ لیکن بات پوری نہ ہو سکی۔ شاید اُس پر ٹھیک اسی وقت حملہ کیا گیا ہے جب وہ فون پر کچھ کہنا چاہتا تھا۔”

“رُک رُک کر بولو۔ میں کچھ نہیں سمجھا!”

“وہ اُس لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا جو ڈپٹی سیکرٹری کی عمارت سے نکل کر بھاگی تھی... اسی کے بارے میں رپورٹ دینا چاہتا تھا اور شاید یہ بتانے ہی والا تھا کہ وہ اس وقت کہاں سے بول رہا ہے کہ اچانک کسی نے اُس پر حملہ کر دیا...!”

“حملے کی اطلاع تمہیں کیسے ملی۔!”

“کیا مجھے بالکل احمق سمجھتے ہو!” جولیا بھنّا کر بولی۔

“بالکل تو نہیں سمجھتا۔”

“میں نے اُس کی کراہ سُنی تھی۔ اور ضرب کی آواز بھی جو غالباً اُس کے سر پر لگائی گئی تھی!”

“کتنی دیر قبل کی بات ہے!”

“شاید پانچ منٹ پہلے کی!”

“گویا وہ رات کے بقیہ حصّے سے اَب تک اُس کا تعاقب کرتا رہا تھا! اس

وقت دن کے گیارہ بجے ہیں۔!"

"لیکن کال مقامی تھی۔ طویل فاصلے کی نہیں۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اگر قریب ہی کی بات تھی تو اتنی دیر بعد اطلاع کیوں دی!... کیا پہلے بھی کوئی کال آئی تھی۔!"

"نہیں رات سے اب تک پہلی کال تھی۔!"

"صفدر اور نعمو کو مطلع کرو کہ جہاں بھی ہوں وہاں سے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں۔"

"اب اُسی عمارت کو ہیڈ کوارٹر بنانے کا ارادہ ہے!"

"غیر ضروری باتیں نہیں۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ واپسی کے لیے مڑا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ دوبارہ ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو۔!" وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔

"یہ کس عورت سے باتیں ہو رہی تھیں؟" شلی کی آواز آئی اور عمران طویل سانس لے کر بولا؟ "تمہارا رویہ مناسب نہیں ہے۔!"

"کیا مطلب!"

"دوسروں کی باتیں اس طرح نہیں سُنا کرتے۔!"

"لہجے سے کوئی غیر مُلکی عورت معلوم ہوتی تھی۔!"

"اس بات کو بھی اپنی ذات ہی تک محدود رکھنا!"

"ضروری نہیں ہے!"

"تب پھر یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ڈیڈی کو سارے احوال سے آگاہ نہ کر دوں۔"

"اوہ۔ تو اب مجھے بلیک میل کرو گے!"

"صرف اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے۔!"

"خیر... خیر... ڈیڈی بہت پریشان ہیں!"

"تمہارے رشتے کے خالو کا بھی یہی حال ہے۔!"

"اور خود تمہارا کیا حال ہے۔!"

"خدا کا شکر ہے کہ نہ کسی کا خالو ہوں اور نہ ڈیڈی!..."

"کیا مطلب۔!"

"مطلب پوچھنا ہے تو بالمشافہ گفتگو کرو۔" یہ کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر برآمدے میں واپسی ہوئی۔ اور سر سلطان اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"میرے ایک آدمی نے پچھلی رات یہیں سے اُس لڑکی کا تعاقب شروع کیا تھا پھر کسی جگہ مار کھا گیا۔" عمران نے کہا۔

"مار کھا گیا سے کیا مطلب!"

عمران نے جولیا سے ملی ہوئی اطلاع دہرائی۔ اور بولا! "وہ یقیناً کوئی سُنسان جگہ ہو گی۔"

"سُنسان جگہ پر ٹیلیفون کہاں!" ڈپٹی سیکرٹری نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا

"یہی تو میں بھی سوچ رہا تھا کہ میں نے یہاں کہیں سڑکوں پر ٹیلیفون بوتھ نہیں دیکھے۔!"

"بعض ہوٹلوں اور ڈاکخانوں کے علاوہ اور کہیں پبلک بوتھ نہیں ہیں...!" ڈپٹی سیکرٹری نے کہا۔

"ڈاکخانوں کو تو خارج از بحث ہی سمجھو۔!" سر سلطان پُر تشویش لہجے میں بولے "روزِ روشن میں یہ ناممکن ہے... البتہ کسی ہوٹل ہی میں اس کا امکان ہو سکتا ہے...!"

پھر ڈپٹی سیکرٹری نے ہوٹلوں کے نام لے لے کر سوچنا شروع کیا کہ کہاں کا پبلک ٹیلی فون بوتھ اس قسم کے اچانک حملوں اور اُن کی پردہ پوشی کے لیے موزوں ہو سکتا ہے۔۔۔!

"عجیب بات ہے!" وہ تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر بولا۔ "پھر وہی ہوٹل آرٹ سرکل! وہیں کا پبلک بوتھ۔ اِس حرکت کے لیے موزوں ہو سکتا ہے۔ ڈائیننگ ہال سے ملحقہ راہداری میں باتھ رومز ہیں۔۔۔ اور اُسی کے سرے پر پبلک فون بوتھ ہے۔ زیادہ تر وہاں سناٹا ہی رہتا ہے!۔۔۔ حملہ کیا اور برابر والے باتھ روم میں گھسیٹ لیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

"ہوں! ہو سکتا ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ ہوٹل آرٹ سرکل ہی کا معاملہ تھا تو اتنی دیر کیوں لگائی اُس نے اطلاع دینے میں!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران بھی کچھ سوچنے لگا تھا۔ سر سلطان اَب بیٹھ گئے تھے! تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا "فی الحال تینوں قیدی محکمے کی حوالات میں رکھے جائیں تو بہتر ہوگا!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا!" سر سلطان نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"مقامی پولیس، ہم تینوں کی تلاش میں ہے!"

"کیا مطلب!" سر سلطان نے چونک کر پوچھا!

"میرا مطلب تھا۔!" عمران مُسکرا کر بولا "میری شکلی اور فوزیہ کی تلاش میں!"

"میرا دل چاہتا ہے کہ اس لڑکی کو گولی مار دوں!" ڈپٹی سیکرٹری نے کہا۔

"اس طرح پورا جلال آباد آپ کی گولیوں کی زد پر آ جائے گا۔" عمران بولا۔ "کون تھا جسے مونالیزا کی نواسی کو دیکھ لینے کی تمنا نہ رہی ہو۔!"

"میں سہراب سے دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں!"

"فضول ہے۔ یہ معاملہ ذاتی نوعیت کا نہیں ہے! اُس نے محض اُس کتاب کے حصول کے لیے وہ حرکت کی تھی۔ شکلی صاحبہ سے اُس کی پہلے کی جان پہچان نہیں تھی۔"

"اِسے غنیمت سمجھو کہ عمران بَروقت اُس کی اسکیم سے آگاہ ہو گیا تھا۔" سر سلطان نے کہا۔

"میں دل کے دباؤ میں مبتلا ہو گیا ہوں جناب! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" ڈپٹی سیکرٹری بولا۔

"آپ آرام کیجئے۔ ان سبھوں کو محکماتی حوالات میں رکھنے کی تجویز میں نے اسی لیے پیش کی تھی کہ بات آگے نہ بڑھ سکے۔" عمران نے کہا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں!" ڈپٹی سیکرٹری گلوگیر آواز میں بولا۔

"بس بس۔۔۔ جاؤ آرام کرو!" سر سلطان نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔۔۔

ڈپٹی سیکرٹری ان کا شکریہ کر کے اندر چلا گیا اور سر سلطان نے عمران کو اشارے سے قریب بُلا کر پوچھا۔

"لڑکی کے بارے میں کیا چھپانے کی کوشش کر رہے ہو!"

"کچھ بھی نہیں!" عمران نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ سر سلطان خفیف سے ہو کر رہ گئے۔ اور پھر انہوں نے اس سلسلے میں مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

صفدر اور نیمو جولیا کی ہدایت کے مطابق اُس عمارت میں پہنچ گئے تھے جہاں ان کا قیام تھا۔

جولیا ہی سے انہیں معلوم ہوا تھا کہ لوئیسا کس طرح عمران کو جُل دے کر نکلی

اور مفقود الخبر ہو گئی۔

"آخر وہ کتاب کیسی تھی جس کی اہمیت کا علم اُس کے مالکوں کو بھی نہیں تھا۔" نیمو نے کہ

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے! ایک بار ایک صاحب نے نیلام میں ایک ڈیسک خریدی اور گھر لے آئے۔ پھر کچھ لوگ اُن کے پیچھے لگ گئے۔ ڈیسک چوری ہو گئی اور آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ چکر کیا تھا! بہت معمولی سی ڈیسک تھی۔ بہت تھوڑی قیمت میں ہاتھ آگئی تھی۔!"

"ایک بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی!" دفعتہً نیمو چونک کر بولا! "آخر مونا لیزاک نواسی کیوں۔ کتاب تو فوزیہ بھی اُڑا سکتی تھی۔ جولیا کے بیان کے مطابق سہراب کو یہ بات فوزیہ ہی سے معلوم ہوئی تھی کہ اس عمارت میں کوئی تہ خانہ بھی ہے تہ خان کا علم گھر کے افراد کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔ لیکن شفقی نے فوزیہ کو اُس کے بارے میں بتا دیا تھا۔ کیا وہ اُسے تہ خانہ دکھا بھی نہیں سکتی تھی۔ میرا خیال ہے ک سہراب فوزیہ ہی کے توسط سے وہ غیر اہم کتاب حاصل بھی کر سکتا تھا۔!"

"بات تو ٹھیک ہے!" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"پھر ہنگامہ کیوں برپا ہوا؟"

"خدا جانے۔!"

"کسی قسم کا پبلسٹی اسٹنٹ تو نہیں!"

"اگر ہے بھی تو وہی گرد گھنٹال جانتے ہوں گے۔! میں نے تو اب اُن کے معاملات میں سر کھپانا ہی چھوڑ دیا ہے۔ جو کچھ کہا گیا۔ کر دیا۔"

"میں چھیڑوں گا یہ قصہ۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا تھا نیمو نے صدر دروازہ کھولا۔ اور اپنے سامنے ایک اجنبی کو پا کر متحیرانہ انداز میں کوئی سوال کرنا ہی چاہتا تھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا! "وقت نہ ضائع کرو۔ مجھ

اندر آنے دو۔"

"خدا کی پناہ آپ ہیں!" نیمو پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"ہاں! اُس عمارت سے برآمد ہونے کے لیے میک اپ ضروری تھا! میرا خیال ہے کہ وہ لوگ میری تاک میں ہیں۔!"

"تو پھر وہاں سے برآمد ہونے والے ہر شخص کا تعاقب کیا جاتا ہوگا!"

"نہیں۔ میرا تعاقب نہیں کیا گیا! لیکن اگر میں میک اپ میں نہ ہوتا تو ضرور کیا جاتا۔"

وہ اس کمرے میں آئے جہاں صفدر بیٹھا ہوا تھا! عمران بولتا ہی ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا ورنہ صفدر بھی کسی اجنبی کو دیکھ کر اس طرح اطمینان سے بیٹھا نہ رہتا۔

"کیا تمہیں صدیقی کے بارے میں علم ہو چکا ہے!" عمران نے ان سے سوال کیا۔

"نہیں تو۔ کوئی خاص بات!" صفدر بولا۔

عمران جولیا سے ملی ہوئی اطلاع دُہراتا ہوا بولا! "اصلیت جو کچھ بھی ہو لیکن میری دانست میں صدیقی کا تعاقب اسی وقت شروع کر دیا گیا ہوگا۔ جب وہ لوٹنیا کے پیچھے چلا ہوگا۔"

"اور اس وقت، فون کرنے تک تعاقب جاری رکھا ہوگا۔" نیمو بولا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں...؟"

"قابو میں کر لینے کے بعد کال کرائی گئی ہے۔ اور اُسے ایسا رنگ دینے کی کوشش کی گئی کہ کال کرتے وقت اچانک حملے کا تاثر پیدا ہو۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُنہیں جولیا کے ٹھکانے کا بھی علم ہو گیا ہوگا!" صفدر بولا۔

"ظاہر ہے؟"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔" نیمو نے کہا۔

„ کیا سمجھ میں نہیں آرہا۔“

„ اگر مقصد کتاب کا حصول تھا تو اب اس قسم کی چھیڑ چھاڑ کیوں؟“

„ سوا لاکھ کا سوال ہے!“

„ مجھے جواب چاہیئے۔!“

„ میری دانست میں کتاب کی کوئی اہمیت نہیں۔“

„ تم نے دیکھا۔!“ ٹیمو نے صفدر کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

„ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ صرف عمل کرتا رہتا ہوں ہدایات کے مطابق۔“

„ میرا خیال یہ ہے جناب!“ ٹیمو نے عمران کو مخاطب کیا۔ „کتاب کے حصول کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا تھا اس میں ڈھول پیٹنے کا سا انداز پایا جاتا ہے یہی کام انتہائی خاموشی سے بھی ہو سکتا تھا... کتاب فوزیہ کے توسط سے بھی حاصل کی جا سکتی تھی۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔“

„ ہیر... ہیر... عمران خوش ہو کر بولا! „تم پر ایکسٹو کی محنت ضائع نہیں ہوئی۔“

„ اوہ۔ تو آپ کا بھی یہی خیال ہے!“ صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے سر کو اثباتی جنبش دی اور کچھ سوچتا رہا۔

„ لیکن اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟“ صفدر نے سوال کیا۔

„ پتا نہیں۔ اب دیکھیں گے!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

„ صدیقی۔ صدیقی کے لیے کیا کریں۔!“ ٹیمو بولا۔

„ وہی جو وہ لوگ چاہتے ہیں!“

„ میں نہیں سمجھا!۔“

„ ایسی جگہوں پر اس کو تلاش کرو جہاں فون کرتے وقت اس پر حملے کا امکان نظر آئے۔“

„ کسی ڈرگ اسٹور سے ناممکن ہے۔ کوئی ایسا پبلک بوتھ ہو سکتا ہے جو کسی سنسان جگہ پر واقع ہو۔!“

„ یہاں کسی شاہراہ پر کوئی بوتھ نہیں لگایا گیا۔“ عمران بولا „ پبلک بوتھ یا تو ڈاکخانوں میں ہیں یا ہوٹلوں میں! ڈاکخانوں میں حملے کا امکان نہیں ہے۔“

„ درست!“ ٹیمو اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

„اب ہوٹلوں پر دھیان دو۔!“

„ آپ نے بیحد آسان بنا دیا۔!“ ٹیمو ہنس کر بولا۔

„ اس سے بھی زیادہ آسانی ملاحظہ فرمایئے آرٹ سرکل کے پبلک بوتھ کے علاوہ اور کہیں کا بوتھ اس حرکت کے لیے موزوں نہیں ہے!“

„ اوہ۔ تو پہلے ہی...!“

„ پوری بات سنو!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا! „ فی الحال اس معاملے کو یہیں رہنے دو۔! میں فوزیہ سے از سرِ نو گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ غالباً اب تمہی لوگوں کی تحویل میں ہے!“

„ جولیا نے اسے بھی ہمارے سر مار دیا ہے۔ اپنی نگرانی میں اسے پیتھیڈین کے انجکشن نہیں دلوا سکتی۔!“

„ کس حال میں ہے!“

„ بالکل ٹھیک ہے۔“ پیتھیڈین کی مطلوبہ مقدار اس کے سسٹم میں پہنچ رہی ہے!“

پھر صفدر، عمران کو فوزیہ کے کمرے میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔ عمران قفل کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔

سامنے ہی فوزیہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز نظر آئی اس کے ہاتھوں میں ایک کتاب تھی عمران کو دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔

عمران دروازے کے قریب ہی رک کر اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا۔

لیکن اُس نے محسوس کہ اس کے رویے سے وہ ذرّہ برابر بھی متاثر نہیں ہوئی ہے۔

"کیا تم پوری طرح ہوش میں ہو!" عمران آواز بدل کر غرّایا۔ میک اَپ میں تو تھا ہی۔

"بھاگ جاؤ۔۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ "میں علی عمران کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کروں گی!"

"میں تمہیں یہ اطلاع دینے آیا تھا کہ تمہارے گھر والے بہت پریشان ہیں!"

"جہنم میں جائیں!"

"افسوس کہ تمہارا یہ مشورہ اُن تک نہیں پہنچ سکے گا۔!"

"جاؤ! میں نے ایک بار کہہ دیا ہے کہ علی عمران کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کروں گی! بھانت بھانت کی شکلیں پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں!"

"اچھی بات ہے تو وہی آجائے گا!" عمران نے کہا اور مڑ کر دروازہ کھولنے لگا۔ فوزیہ یکلخت اپنی جگہ سے اُچھلی اور اس کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ رسید کرنے کی کوشش کی... لیکن ہاتھ دروازے پر پڑا... کیوں کہ عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور وہ دوسرے ہاتھ سے چوٹ کھایا ہوا ہاتھ دبائے فرش پر بیٹھ گئی۔!

"بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش اسی طرح ڈبوتی ہے!" عمران نے مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں کہا۔

وہ چُپ چاپ اُٹھی اور پھر کرسی پر جا بیٹھی۔

"ایک بار پھر سن لو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا! "تم اُس وقت تک یہاں سے نہیں نکل سکتیں جب تک ہم نہ چاہیں!"

"مم... مجھے افسوس ہے۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔!" وہ آہستہ سے بولی "تم لوگ بہت اچھے ہو۔"

عمران نے کمرے سے نکل کر دروازہ مقفل کیا اور دوسرے کمرے میں آ کر میک اپ صاف کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر فوزیہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا!

وہ اُسے دیکھتی رہی اور وہ خود رُو دینے کی سی شکل بنائے کھڑا رہا!

"سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے!" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"یہ کرنا دھرنا میرے فرائض میں شامل ہے! اس لیے مجبوری ہے!"

"لیکن اب میں کیا کروں۔!"

"تمہارے گھر والے بہت پریشان ہیں!"

"انہیں جہنم میں جھونکو۔ صرف میری بات کرو۔!"

"گھر والوں سے اظہارِ بیزاری کے دوسرے طریقے بھی تھے۔ تم نے ان غیر ملکی جاسوسوں کا کھلونا بن کر اچھا نہیں کیا!"

"غیر ملکی جاسوس!" فوزیہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں غیر ملکی جاسوس!" سہراب بہت عرصے سے زیرِ نگرانی رہا ہے!"

"تو تم حقیقتاً سرکاری آدمی ہو!"

"یہی سمجھ لو۔!"

"پھر میرا کیا حشر ہونے والا ہے!"

"وعدہ معاف گواہ بن جاؤ۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا!"

"مگر میں اب زندہ رہ کر کیا کروں گی۔!"

"یہ بھی سوچنے کی بات ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اس بھری پُری دنیا میں صرف ایک شخص کو میری پرواہ تھی۔ وہ بھی نہ رہا تو اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گی!"

"اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے تم نے اُسی پر اعتماد کیا ہوتا۔ میری معلومات کے مطابق صمد نظامی بہت اچھا آدمی تھا۔"

"لیکن میری ٹوہ میں رہتا تھا۔"

"محض اس لیے کہ اُسے تمہاری پرواہ تھی۔ تمہارے گھر والوں نے تو شاید

کبھی پوچھا بھی نہ ہو کہ تم کرتی کیا ہو۔ کہاں سے رقومات حاصل کرتی ہو۔"

"مت بات کرو اُن کی!" وہ جھنجھلا کر بولی "سب جہنم میں جائیں!"

"شاید ابھی تک تمہارے ضمیر نے ملامت نہیں کی!"

"میرا ذاتی معاملہ ہے!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"مونا لیزا کی وہ تصاویر کس نے بنائی تھیں۔!"

"میں نہیں جانتی!"

"کیا تمہارا رول صرف اتنا ہی تھا کہ شبلی کو آرٹ گیلری تک لے جاؤ۔!"

"سہراب نے مجھ سے یہی کہا تھا۔"

"تہ خانے سے متعلق تمہی نے اُسے اطلاع فراہم کی تھی!"

"ہاں۔۔!"

"اگر تم چاہتیں تو شبلی کو اس پر آمادہ کر سکتی تھیں کہ وہ تمہیں تہ خانہ بھی دکھا دیتی!"

"ہاں یہ میرے لیے ممکن تھا۔"

"لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ سہراب نے اُس کتاب کے حصول کے لیے صرف تمہی سے کام کیوں نہیں لیا!"

"اس کا جواب تو سہراب ہی دے سکے گا! مجھے اُس نے کچھ نہیں بتایا!"

"رضیہ کب اور کہاں سے آئی تھی!"

"میں یہ بھی نہیں جانتی!"

"پھر تم کیا جانتی ہو۔!"

"سہراب کے اصل بزنس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں!"

"وہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن مجھے اُس سے کوئی سروکار نہیں!"

"آخر وہ کتاب کیسی تھی جس کی اہمیت کا علم شبلی اور اُس کے گھرانے کو بھی نہیں تھا!"

"عمران کچھ نہ بولا۔ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ فوزیہ اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا "تم میری کوئی مدد نہ کر سکو گی!"

"حالانکہ میری خواہش ہے کہ تمہارے کسی کام آؤں!"

"کوشش کرو تو آ سکتی ہو!"

"کس طرح کوشش کروں۔۔۔!"

"اس کے ایسے ملنے والوں کے بارے میں بتاؤ جن سے کاروباری تعلقات نہیں تھے۔!"

"بہتیرے ہوں گے!"

"ایسوں کے نام بتاؤ جنہیں وہ اہمیت دیتا ہو۔!"

"میں اُس کے لیے یہاں منشیات کی تقسیم کا کام کرتی تھی اس کے علاوہ مجھے کبھی اور کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔ ساجد جمالی بھی تمہارے قبضے میں ہے۔۔۔ تم اُس سے پوچھ گچھ کیوں نہیں کرتے۔ میرا کام ایسا نہیں تھا کہ سہراب کے قریب رہ سکتی! اوہ۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔!" وہ ہاتھ اُٹھا کر رہ گئی ایسا لگتا تھا جیسے اچانک کوئی اہم بات یاد آ گئی ہو۔!

عمران مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولی "تم نے پوچھا تھا کہ مونا لیزا کی تصاویر کس نے بنائی ہوں گی۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم سہراب کو مصور تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو!"

عمران سر کو منفی جنبش دیتا ہوا بولا "اس معاملے میں شاید تم بھی میری ہم خیال ہو!"

"میری دانست میں تو وہ ایک سیدھی لکیر بھی نہیں کھینچ سکتا!" فوزیہ نے کہا "مجھے اب ایشین آرٹسٹ یاد آ رہا ہے۔ جس کا تعارف ساجد جمالی نے سہراب سے کرایا تھا۔ میں وہاں موجود تھی ہم سب ایک میدان میں کھڑے تھے! اس آرٹسٹ

نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے جوتے کی نوک سے زمین پر سہراب کا چہرہ بنایا تھا!“

”جوتے کی نوک سے؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اور اتنی جلدی کہ ہم سب متحیر رہ گئے تھے! لیکن وہ آرٹسٹ کی حیثیت سے مشہور نہیں ہے بلکہ پھلوں کی فارمنگ کرتا ہے اور پھولوں کی نئی اقسام تیار کرنے کے سلسلے میں اُس نے خاصی شہرت حاصل کی ہے۔!“

”کب کی بات ہے۔ مطلب یہ کہ یہ تعارف کب ہوا تھا؟“

”کوئی چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔! میرا خیال ہے کہ تم ساجد جمالی سے اُس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر سکو گے۔!“

”تو وہ بھی یہیں رہتا ہے!“

”ہاں یہیں کے مضافات میں ایک جگہ ہے۔ کرناک... وہاں زیادہ تر اسی کے باغات ہیں... وہیں رہتا بھی ہے!“

”اس کا نام نہیں بتایا تم نے...!“

”جے وی کہلاتا ہے۔ پتا نہیں یہ نام ہے۔ یا عرفیت!“

”اچھا... اچھا۔“

”اور یقین کرو... میں قطعی نہیں جانتی کہ یہ سب کیا تھا۔ میرا تعلق صرف منشیات کی تقسیم سے تھا اور ترسیل کے سلسلے میں مجھے صرف اس لیے استعمال کیا گیا میری کلوس فیلو تھی۔!“

”مجھے یقین ہے!“

* * *

جولیا اس عمارت میں تنہا تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ خطرات میں گھری ہو

اسے یقین تھا کہ کچھ نامعلوم افراد عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں۔ لیکن بہر حال اس طرف سے تو اطمینان ہو گیا تھا کہ دونوں قیدی وہاں سے لے جائے جا چکے ہیں۔ ورنہ مزید دشواریوں میں پڑنے کا خدشہ رہتا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور سناٹے میں ایسا لگا جیسے تنہائی چیخ اُٹھی ہو... اُس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی ”تم نروس تو نہیں ہو۔“

”تو گویا تمہیں علم ہے...!“ جولیا جھنجھنا کر بولی۔

”لاعلمی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”اب مجھے کیا کرنا ہے...؟“

”آرام سے بیٹھی رہو۔!“

”تم کہاں ہو۔!“

”ایک ڈرگ اسٹور میں۔!“

”بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہوں۔ آسمان دیکھنا چاہتی ہوں...!“

”اچھی بات ہے۔ گھڑی دیکھو... اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد گھر سے باہر نکل آؤ۔ گیراج میں ایک گاڑی موجود ہے۔ اسے نکالو اور ہوٹل آرٹ سرکل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔!“

”یونہی خواہ مخواہ...!“

”پوری بات سنو... ہوٹل میں پہنچ کر کاؤنٹر کلرک سے کسی مسٹر براؤن کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا جو ہوٹل ہی میں مقیم ہے۔ تمہیں اس سے معلوم کرنا ہے کہ وہ کس کمرے میں مقیم ہے...!“

”اس کے بعد...؟“

”اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا۔ تم خود دیکھ لو گی۔!“

”مقصد معلوم کئے بغیر تمہارے کسی مشورے پر عمل نہیں کروں گی۔!“

"تو پھر اسی مشورے پر عمل کرو جو پہلے دیا گیا تھا۔ یعنی آرام سے بیٹھی رہو۔!"

"صدیقی کے لیے کیا کر رہے ہو۔؟"

"وقت ضائع نہ کرو۔"

"اگر کسی مسٹر براؤن کا سراغ مل گیا تو پھر کیا کرنا ہو گا؟"

"اس کے کمرے تک جاؤ گی۔"

"اور جو لوگ یہاں اس عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں میرا تعاقب کریں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"اور پھر میرا بھی وہی حشر ہو گا جو صدیقی کا ہو چکا ہے۔"

"اس کا بھی امکان ہے۔"

"یعنی دیدہ دانستہ کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں۔"

"صدیقی ہی کی طرح تم بھی ان کی نظروں میں آ چکی ہو۔ لہٰذا وہ بہرحال تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ لیکن میں اس قصے کو جلد ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مجھے اس مسٹر براؤن سے ملنا بھی پڑے گا؟"

"اگر کوئی ہوا تو۔!"

"کیا مطلب۔؟"

"مقصد معلوم کئے بغیر تم جان نہیں چھوڑو گی۔" عمران کی آواز آئی۔ "خیر سنو، وہ ہمیں باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ صدیقی پر ہونے والا حملہ اسی ہوٹل میں ہوا ہے لہٰذا اب یہ دیکھنا ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔"

"یعنی وہ ایسا کیوں باور کرانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

"وہ تو چلتا ہی رہتا ہے کوئی نئی بات نہیں۔"

"کتاب کا قصہ ختم ہو چکا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اسے دوبارہ حاصل کر سکو گے۔"

"اگر اس کی بازیابی ہی مقصد ہے تو پھر واقعی میرا دماغ چل گیا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"وقت نہ ضائع کرو۔۔۔ جو کہا گیا ہے کرو۔۔۔ ورنہ چیف سختی سے جواب طلب کرے گا۔"

"اخاہ۔ تم بھی اسے چیف کہنے لگے ہو۔"

"جولیا۔!" عمران کا لہجہ سخت تھا۔ ساتھ ہی اس نے رابطہ منقطع ہونے کی آواز بھی سنی اور دانت پیس کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

طوعاً و کرہاً لباس تبدیل کیا اور باہر نکل کر گیراج سے گاڑی نکالی۔۔۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد اندازہ ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عمران کی تجویز حقیقتاً احمقانہ بھی ہو سکتی ہے۔ ہوٹل میں کسی ایسے مسٹر براؤن کے بارے میں پوچھ گچھ کرتی تھی جس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔۔۔ ہوٹل آرٹ سرکل کے قریب پہنچ کر اس نے ایسی جگہ گاڑی پارک کی جہاں سے اسے سڑک پر نکال لانے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔

تعاقب کرنے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی اور کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے قریب جولیا نے اسے رکتے دیکھا۔

دو آدمی اس پر سے اترے تھے، دونوں دیسی ہی تھے۔ جولیا پھاٹک کی طرف بڑھتی رہی۔ بظاہر وہ دونوں اس سے لاتعلق نظر آ رہے تھے۔

جولیا لاپرواہی سے چلتی ہوئی ڈائننگ ہال تک آئی۔ اس نے سوچا پہلے ایک کپ کافی کا ہو جائے پھر پوچھ گچھ بھی ہوتی رہے گی۔ اور یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ تعاقب کرنے والے بھی ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے ہیں یا نہیں۔

اس نے ایک ایسی میز منتخب کی جہاں سے صدر دروازے پر نظر رکھ سکتی تھی ویٹر کو آرڈر دے کر وینٹی بیگ میں پڑے ہوئے اعشاریہ دو پانچ کے پستول کو ٹٹولنے لگی۔

ساتھ ہی سوچ رہی تھی کہ عمران اُس کی طرف سے غافل تو نہ ہوگا۔ اُس کے آدمیوں میں سے بھی شاید کوئی آس پاس ہی موجود ہو۔ اُونہہ دیکھا جائے گا۔

ویٹر کافی لے آیا۔

"سنو۔!" جولیا ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "کیا تم انگلش سمجھ سکتے ہو۔"

"ہاں۔ محترمہ.... فرمایئے۔" ویٹر نے ادب سے کہا۔

"اگر میں یہاں ٹھہرے ہوئے کسی شخص کے بارے کچھ جاننا چاہوں تو مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہوگا۔"

"اسسٹنٹ مینجر اس سلسلے میں کچھ کر سکے گا۔ قیام کرنے والوں کا رجسٹر اُسی کی تحویل میں رہتا ہے۔"

"کیا تم میرے لیے یہ کام نہیں کر سکتے۔"

"ڈیوٹی کے اوقات میں میرے لیے ممکن نہ ہوگا۔"

"میں دراصل یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ مسٹر براؤن کس کمرے میں مقیم ہیں۔"

"آپ براہِ راست معلوم کر سکتی ہیں۔ اسسٹنٹ مینجر کا دفتر تیسری منزل پر ہے۔"

"اچھا خیر میں ہی دیکھوں گی۔" وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

ویٹر چلا گیا۔ ابھی تک دونوں تعاقب کرنے والے ڈائننگ ہال میں نہیں آئے تھے وہ کافی پیتی اور سوچتی رہی کیا اس ویٹر ہی سے براؤن کے بارے میں کچھ پوچھ لینا کافی نہ ہوگا۔ عمران کی گفتگو سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ کسی مسٹر براؤن کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اور یہ سب کچھ محض دکھاوے کے لیے کرنا ہوگا۔ تاکہ تعاقب کرنے والوں کے علم میں آجائے کہ وہ ہوٹل میں پوچھ گچھ کر رہی ہے۔

ابھی اس نے کافی ختم بھی نہیں کی تھی کہ ویٹر اُسی کی جانب آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "اتفاق سے اسسٹنٹ مینجر ادھر ہی آگیا تھا۔ میں نے آپ کے حوالے سے مسٹر براؤن کے بارے میں پوچھا۔ اب وہ خود ہی آپ کو بتا دے گا۔ رجسٹر دیکھنے اپنے آفس میں گیا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" جولیا جلدی سے بولی۔ فوری طور پر اسے کسی خطرے کا احساس ہوا تھا۔ یا یہ کہنا چاہیے کہ چھٹی حس بیدار ہو گئی تھی۔ ویٹر چلا گیا۔

اس نے صدر دروازے کی طرف نظر دوڑائی۔ ان دونوں کا اب بھی پتہ نہیں تھا۔ اس نے سوچا شائد وہ محض اتفاق تھا۔ اُن دونوں نے اُس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ ہو سکتا ہے سرے سے غیر متعلق آدمی ہوں۔

کافی ختم کر کے ویٹر کو اشارے سے بلانے ہی والی تھی کہ ایک خوش پوش آدمی اُسے اپنی جانب آتا دکھائی دیا۔

"مجھے آپ کا پیغام مل گیا تھا۔" قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "میں اسسٹنٹ مینجر ہوں مسٹر براؤن کمرہ نمبر ستانوے میں مقیم ہیں۔ لیکن اس وقت موجود نہیں ہیں۔ کمرے کی کنجی مجھے اس ہدایت کے ساتھ دے گئے تھے کہ اگر کوئی خاتون اُن کے بارے میں پوچھیں تو کمرے کی کنجی انہیں دے دی جائے۔"

اس نے ایک کنجی جولیا کے سامنے میز پر ڈال دی۔

"لیکن۔ لیکن میں کنجی کا کیا کروں۔"

"یہ تو میں نہیں بتا سکوں گا۔" اُس نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "لیکن قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ اُن کے کمرے میں بیٹھ کر اُن کی واپسی کا انتظار کریں۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ اسسٹنٹ مینجر اُسے متحیر چھوڑ کر چلا گیا۔ اب جولیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ عمران پر بڑی شدت سے غصہ آیا۔ اگر بات کی مزید وضاحت کر دی ہوتی تو وہ اس دشواری میں کیوں پڑتی۔ وہ مردود تو کمرے کی کنجی تک پھینک گیا۔

ویٹر کو بلا کر بل طلب کیا اور پھر اُسی سوچ میں پڑ گئی۔ کمرے میں جانا تو عقلمندی نہ ہوگی۔ پھر کیا کیا جائے۔ کیا یہیں بیٹھی رہے۔ لیکن یہ بھی مناسب نہ ہوگا جبکہ وہ کمرے کی کنجی ہی حوالے کر گیا ہے۔ اب تو ایسی صورت میں یہاں سے نکل جانا بھی

آسان نہ ہوگا...!

بل کی رقم ادا کر کے وہ اٹھی اور ڈائننگ ہال سے نکل کر لفٹ کی طرف چل پڑی۔ اب تو دیکھا جائے گا۔ وہ سوچنے لگی۔ کمرہ نمبر ستانوے ضرور کھولے گی۔ خواہ کچھ ہو جائے۔ آخر یہ عمران خود کو سمجھتا کیا ہے! عمران پر غصہ آگیا۔ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچی اور کمرہ نمبر ستانوے کے سامنے جا رکی... وینٹی بیگ کاندھے سے لٹکایا اور اسے کھول کر بایاں ہاتھ اس میں ڈال دیا۔ پستول اس کی گرفت میں تھا اور ضرورت پڑنے پر وہ وینٹی بیگ کے اندر ہی سے فائر کر سکتی تھی — داہنے ہاتھ سے کنجی قفل میں لگائی۔ دروازہ کھولا... پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے پیر فرش سے چپک کر رہ گئے ہوں۔ سامنے ہی بستر پر کوئی لیٹا ہوا تھا۔ غور سے دیکھا تو اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اس کے باوجود بھی اسے پہچان لینے میں دشواری نہ ہوئی یہ لفٹیننٹ صدیقی تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

جولیا نے دروازہ بند کر کے پستول وینٹی بیگ سے نکال لیا اور متجسسانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ صدیقی سر ہلانے لگا... وہ سمجھ گئی کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ شاید وہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہاں اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے اس کے باوجود بھی جولیا نے باتھ روم کھول کر دیکھا تھا اور دوسرے کمرے میں بھی جھانک آئی تھی۔

پھر اس نے آگے بڑھ کر صدیقی کے منہ پر چپکا ہوا ٹیپ اتار دیا... اور صدیقی نے جلدی سے کہا۔ "دیر نہ کرو۔ میرے ہاتھ پیر کھول دو۔"

"سب کچھ غیر متوقع طور پر ہو رہا ہے!" جولیا بڑبڑائی۔

پھر اس نے صدیقی کے ہاتھ پیر کھولے اور وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "بس اب نکل چلو یہاں سے!"

"کیوں نہ فون کر کے اسسٹنٹ منیجر کو طلب کروں...!" جولیا تذبذب کے ساتھ بولی...

"ہیں... کک... کیا... لیکن ٹھہرو۔ تم یہاں تک پہنچیں کیسے؟"

"لمبی کہانی ہے... خیر... چلو... میری دانست میں یہی مناسب ہوگا کہ چپ چاپ نکل چلیں۔"

"پستول مجھے دے دو!" صدیقی نے کہا!

"چلو... چلو — یہاں وہ الجھنے کی کوشش نہیں کریں گے... اور پھر حالات کے تحت...!" جولیا جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔!

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی!"

"اور تمہارا یہاں پایا جانا کب میری سمجھ میں آیا ہے...!"

جولیا نے باہر نکل کر دروازہ مقفل کیا اور کنجی قفل ہی میں لگی رہنے دی! کمرے میں اسے کسی قسم کا سامان بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔

وہ لفٹ کے ذریعے سیدھے گراؤنڈ فلور تک چلے گئے۔ کمپاؤنڈ میں پہنچ کر پارکنگ کا رخ کیا لیکن کوئی ایسا نہ دکھائی دیا جس پر راہ میں حائل ہو جانے والے کا شبہ کیا سکتا۔ اور اب وہ گاڑی بھی کہیں نظر نہیں آرہی تھی جو کچھ دیر پہلے جولیا کی گاڑی کے پیچھے لگ رہی تھی۔

جولیا نے اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے صدیقی سے کہا! "تم پچھلی سیٹ پر بیٹھو! عقب میں نظر رکھنا!"

انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی سڑک پر اتاری اور اب اس کا رخ قیام گاہ کی طرف تھا۔

"تم اچانک اس طرح وہاں کیسے پہنچ گئیں؟" صدیقی نے پوچھا۔

"فی الحال اس پر نظر رکھو کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ گھر چل کر باتیں ہوں گی!"

جولیا نے کہا اور خاصی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتی رہی۔

بالآخر وہ اپنے ٹھکانے پر بھی پہنچ گئے اور صدیقی نے کہا۔ ”میں بہت بھوکا ہوں!“

”سیدھے کچن میں چلو وہیں باتیں کریں گے“ جولیا نے کہا۔!

”میں ابھی تک اس چکر میں ہوں کہ آخر میرے ساتھ ہوا کیا۔!“

”کچھ بتاؤ تو اس پر رائے زنی بھی ہو سکے۔!“

”وہ سفید فام لڑکی قریباً ساڑھے تین بجے صبح ڈپٹی سیکرٹری کی محل نما عمارت سے نکل کر بھاگی تھی۔ فرار کے لیے وہی گاڑی استعمال کی گئی تھی جس پر سہراب اُسے وہاں لے گیا تھا۔ میں نے تعاقب شروع کیا۔ احتیاطاً اپنی گاڑی کی لائٹیں نہیں جلائی تھیں۔ کچھ دور چلنے کے بعد اچانک میری گاڑی کا ایک ٹائر فلیٹ ہو گیا۔ رُکنا پڑا اور وہ نکل چلی گئی... اور پھر اچانک کسی گاڑی کی روشنی میری گاڑی پر پڑی جو عقب میں آ رہی تھی۔ پتا نہیں کدھر سے برآمد ہوئی تھی... قریب آ کر رُکی اور قبل اس کے کہ میں سنبھلتا کوئی بے حد ٹھنڈی اور سیال شے میرے چہرے سے ٹکرائی اور پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا۔ دوبارہ آنکھ اسی بستر پر کھلی تھی جس پر تم نے مجھے بندھا ہوا پایا تھا۔ لیکن اُس وقت میرے ہاتھ پیر بندھے نہیں ہوئے تھے۔ بہرحال ہوش آتے ہی مجھے یاد آیا کہ مجھ پر کیا گذری تھی... سامنے ہی فون رکھا ہوا دکھائی دیا۔ جھپٹ کر ریسیور اٹھایا اور تمہارے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ بس غلطی یہ ہو گئی کہ فوراً ہی یہ قدم اُٹھا بیٹھا تھا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ پہلے سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ گردوپیش کا جائزہ لیتا۔ ہر طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد ہی فون کرنا چاہیے تھا! ہاں تو شاید میں اپنی بات بھی مکمل نہیں کر سکا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر ضرب لگائی اور میں ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا۔ اور پھر جو آنکھ کھلی تو ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے! سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے ہی انہوں نے احتیاط سے کام کیوں نہیں لیا تھا! یا میرے ہاتھ پیر باندھ دیتے یا فون وہاں سے ہٹا دیتے۔“

”کوئی اُلجھن کی بات نہیں ہے!“ جولیا فرائنگ پین میں انڈا توڑتی ہوئی بولی۔ ”اب تو میری اُلجھن بھی رفع ہو گئی ہے۔ معاملہ بالکل صاف ہے!“

”پتا نہیں تم کیا کہہ رہی ہو۔!“

”میری کہانی کے بغیر تمہاری کہانی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اب مجھ سے سنو۔!“

جولیا نے اُس کی اَدھوری کال ریسیو کرنے کے بعد کے واقعات دُہرانے شروع کئے اور وہ متحیرانہ انداز میں سنتا رہا۔ جولیا نے اپنی بات ختم کر کے سوال کیا۔ ”کیا سمجھے؟“

”اس کے علاوہ اور کیا سمجھ سکتا ہوں کہ پہلے انہوں نے مجھے پکڑا اور پھر اپنی خوشی سے تمہارے حوالے کر دیا؟“

”مقصد؟“ جولیا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی!

”مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہو گئے اب تم سب جہنم میں جاؤ۔“

”بالکل ٹھیک سمجھے! میرا بھی یہی خیال ہے!“

”لیکن اگر تم اس ہوٹل تک نہ پہنچ جاتیں تو کیا ہوتا!“

”وہ تمہیں کسی سڑک پر پھنکوا دیتے۔ لیکن ان کا اندازہ غلط نہیں تھا کہ عمران اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ تم پر حملہ اسی ہوٹل کے پبلک فون بوتھ میں کیا ہو گا!“

”لیکن طریقِ کار تو وہ نہیں تھا! میں نے کمرے سے فون کیا تھا!“

”کبھی کبھی غلط اندازِ فکر بھی صحیح راستے پر ڈال دیتا ہے۔ عمران کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔“

”تو اس کا مطلب یہ کہ ڈراپ سین ہو گیا۔!“

”بالکل۔ انہیں وہ کتاب حاصل کرنی تھی۔ کر لی۔ اور تمہیں چکر دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم احساسِ بے بسی میں مبتلا ہو کر خاموشی اختیار کر لیں!“

"تم کہتی ہو کہ براؤن ایک فرضی نام تھا!"

"عمران نے یہی کہا تھا! وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ میں اس ہوٹل میں جاؤں اور دوسروں کو اپنے وجود کا احساس دلانے کے لیے براؤن کے بارے میں پوچھ گچھ کروں! میں نہیں جانتی کہ خود اُس کے ذہن میں کیا تھا۔ پوری بات کبھی نہیں بتاتا۔"

وہ انڈے فرائی کر چکنے کے بعد سینڈوچ بنانے لگی تھی اور کافی کے لیے پانی ہیٹر پر رکھ دیا تھا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی... اور وہ سینڈوچوں کی پلیٹ صدیقی کے سامنے رکھتی ہوئی کچن سے نکل کر سٹنگ روم میں آئی۔ گھنٹی بدستور بج رہی تھی۔ ریسیور اُٹھایا۔

دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی تھی "ہیلو! کہو کیسی رہی!"

"جب بھی ہاتھ آئے تمہاری خیر نہیں!" جولیا نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ہاتھ آؤں یا نہ آؤں میری خیر کم ہی رہتی ہے۔"

"تم نے مسٹر براؤن کے بارے میں جھوٹ کیوں بولا تھا۔!"

"کیسا جھوٹ!"

"تم نے کہا تھا کہ مسٹر براؤن ایک فرضی نام ہے! لیکن وہاں تو اس نام کا ایک آدمی مقیم ہے۔!"

"اچھا تو پھر۔!"

جولیا صدیقی کی کہانی دہرانے لگی! لیکن اُس کے لہجے میں غصیلا پن بدستور برقرار رہا۔

"خیر... خیر...!" عمران کی آواز آئی "یہی غنیمت ہے کہ صدیقی کسی ٹوٹ پھوٹ کے بغیر ہاتھ آ گیا... لیکن میرا کام نہیں بن سکا!"

"کیسا کام۔!"

"وہ دونوں جو تمہارا تعاقب کر رہے تھے... اصفدر کو ڈاج دے کر نکل گئے... اُن کے ٹھکانے کا پتہ نہیں چل سکا!"

"بس تو پھر کھیل ختم ہو چکا!"

"بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے!"

"کیا مطلب!"

"میری دانست میں کھیل ختم نہیں ہوا ہے بلکہ اصل کھیل اب شروع ہوگا۔"

"جھک مارتے پھرو۔!" جولیا جھنجھلا کر بولی۔

* * *

جے وی فروٹ فارمز کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان باغات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مقصد محض پھلوں کی کاشت نہ ہو۔ بلکہ فارمر ان کے ذریعے اپنی شخصیت کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہو۔

اگر ان باغات کا نظارہ بالائی فضا سے کیا جاتا تو یہ باغات کسی چوکھٹے میں جڑے منظر کا نقشہ پیش کرتے۔ کہیں درختوں کی ترتیب پہاڑوں کا سلسلہ معلوم ہوتی کہیں پھولوں اور سبزے کی تختہ بندی لہریں لیتے ہوئے دریا کا سماں پیش کرتی...

جے وی فروٹ فارمز کی حدود میں مقامی آدمیوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ صرف غیر ملکی سیاحوں کو اجازت تھی اگر وہ اُسے دیکھنا پسند کریں۔

جے وی۔ یوریشین تھا اور یہیں کا شہری بھی تھا۔ بہت بڑی جائیداد کا مالک۔ جلال آباد کے ایک جاگیردار نے کسی جرمن عورت سے شادی کی تھی۔ اُسی کے بطن سے تھا۔ باپ نے جاوید سلیمان نام رکھا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی جاوید سلیمان سے جاوید واگھان ہو گیا۔ واگھان اس کی جرمن ماں کا خاندانی نام تھا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جاوید واگھان سے جے وی ہو گیا۔ یعنی دونوں ناموں کے

شروع کے حروف۔ نام کے طور پر اختیار کر لیے۔

انتہائی خود سر اور بد دماغ آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی۔ لیکن چہرے پر اس قدر جھریاں پڑ گئی تھیں کہ پچھتر سال سے کم کا نہیں معلوم تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ صرف زبان کا بُرا ہے۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اُس کے ملازمین میں سبھی غیر ملکی تھے۔ جاپانی، چینی، انڈونیشی وغیرہ۔ کچھ سفید فام لڑکیاں بھی تھیں۔ مجسمہ سازی اور مصوری محبوب مشاغل تھے۔ لیکن انہیں ذریعہ معاش نہیں بنایا گیا تھا۔ کبھی اُس کی تصاویر اور مجسموں کی نمائش بھی نہیں ہوئی تھی۔ با
کے درمیان ایک بڑی شاندار عمارت بنوائی تھی اور اسی میں اقامت گزین تھا۔ آبائی حوی
پڑی تھی۔ اور اس کا کچھ حصہ کھنڈر بھی ہو گیا تھا۔

جدید عمارت سے اس کا فاصلہ کم از کم دو فرلانگ ضرور رہا ہوگا۔ رات کی تاریکی میں اس کے آثار کچھ عجیب سے لگتے تھے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ وہ آسیب زدہ ہے۔ کبھی کبھی گرد و نواح کے لوگ اُس کی دیواروں پر متحرک سی روشنیاں بھی دیکھتے۔ اس [illegible] کھنڈرات والے حصے کے بعض گوشے روشن نظر آ رہے تھے اور یہ روشنی ایک جانب سے رینگتی ہوئی دوسری طرف بڑھ رہی تھی۔ لیکن یہ کسی آسیب کا سایہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک گاڑی اُسی سمت بڑھتی آ رہی تھی جس کی ہیڈ لائٹس کی شعاعیں کھنڈر پر رینگ رہی تھیں۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ گاڑی پرانی حویلی کے قریب سے گذرتی ہوئی جدید عمارت کی طرف بڑھتی چلی گئی اور پھاٹک سے گذر کر پورچ میں جا رُکی!

گاڑی سے مونا لیزا کی ہمشکل اُتری اور پورچ سے گذر کر صدر دروازہ پیٹنے لگی گویا اُسے یقین تھا کہ رات کے آخری حصے میں بھی کوئی نہ کوئی دروازہ کھولنے کے لیے جاگ رہا ہوگا۔

واقعی دروازہ کھلنے میں دیر نہ لگی اور دروازہ کھولنے والا خود جے ڈی تھا۔ درو
کھول کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ لوئیسا اندر داخل ہوتی ہوئی بولی "فتح۔ ! لیکن سہراب

پھنس گیا ہے۔!"

"جہنم میں جائے!" جے ڈی غرایا۔

وہ کئی کمروں سے گذرتے ہوئے ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ جہاں چاروں طرف دیواروں پر بڑی بڑی تصویریں نظر آ رہی تھیں اور جگہ جگہ مجسمے نصب تھے۔ مشرقی دیوار میں ایک بڑے سے آتش دان میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اور اس کے قریب ہی کئی آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ لوئیسا اس دوران میں اُسے تہ خانے کی کہانی سناتی رہی تھی۔

پھر وہاں سے حاصل کی ہوئی کتاب اُس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی "یہ ایڈونچر بھی زندگی بھر یاد رہے گا!"

جے ڈی نے اُس کے ہاتھ سے کتاب لے کر آتشدان میں ڈال دی!

"ارے!" وہ بوکھلا کر آتشدان کی طرف جھپٹی!

"ٹھہرو۔!" جے ڈی غرایا۔

"یعنی کہ... یہ... وہ...!" لوئیسا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اور وہ شعلوں میں گھری ہوئی کتاب کو دیکھے جا رہی تھی۔! پھر جے ڈی کی طرف مڑ کر بولی "یہ تم نے کیا کیا!"

"غیر ضروری باتیں نہیں۔!"

"پھر بھی۔ اتنی تگ و دو کے بعد حاصل ہونے والی چیز اس طرح کیوں ضائع کر دی گئی۔"

"تم اس کتاب کے بارے میں کیا جانتی ہو۔!" وہ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کچھ بھی نہیں۔!"

"تب پھر خاموش رہو"

وہ ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی پھر اپنے چہرے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"مجھے اب اِس سے نجات دلاؤ۔!"

"بیٹھ جاؤ۔!" اُس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

اور اُس کے بیٹھ جانے کے بعد بولا "اب مجھے اُس شخص کے بارے میں بتاؤ جو تہ خانے میں اچانک نمودار ہوا تھا!"

"اوہ — وہ... تو... بھوت معلوم ہوتا تھا۔"

"افسانوی انداز میں نہیں!" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا! "سیدھے سادے الفاظ میں بیان کرو۔"

"تہ خانے میں وہ اچانک نمودار ہوا تھا۔ شکی نے بھی اس پر حیرت ظاہر کی تھی اس سے پوچھا تھا کہ وہ کس طرح داخل ہوا تھا تہ خانے میں۔! اس پر اُس نے بتایا تھا کہ اُس راستے سے داخل ہوا ہے جس کا علم شکی کے دادا کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔ لیکن وہ اُس راستے کو بھی دریافت کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"اوہ۔!" جے دی مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "تب تو وہ میرے لیے بہت اہم آدمی ہے!"

"میں نے اُسے بھُوت اس لیے کہا تھا کہ سہراب نے بہت تھوڑے فاصلے سے چھ فائر کیے لیکن اُس کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ میں نے ایسا پھرتیلا آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"مجھے بھی حیرت ہی ظاہر کرنی چاہیئے کیونکہ سہراب ایک اچھا نشانہ باز بھی ہے!"

"ساجد جمالی بھی اُسی کے قبضے میں ہے! اُس نے اُس کا نام بھی لیا تھا۔"

جے دی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد لوئیسا بولی "میں نے کہا تھا مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ!"

"تم نے سہراب کو اپنا کیا نام بتایا تھا۔!" اس نے سوال کیا؟

"لوئیسا —!"

"یہ بہت اچھا کیا کہ اپنا اصل نام نہیں بتایا۔"

"کیا اب میں خود ہی اس ماسک کو اُتار پھینکوں!" لوئیسا جھنجھلا کر بولی۔!

"ٹھہرو...! جلدی کرو... میرے ساتھ آؤ!" وہ دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا... لوئیسا اُٹھ کر اس کے پیچھے چل پڑی۔

کئی راہداریوں سے گذرتا ہوا ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا جس کی ساخت بتا رہی تھی کہ ساؤنڈ پروف ہے۔ لوئیسا کے اندر داخل ہو جانے کے بعد اُس نے دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔

"تم وہاں تہ خانے میں اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ آئی ہو گی۔!" اُس نے لوئیسا سے کہا۔

"پتا نہیں۔ ہو سکتا ہے!" وہ لاپرواہی سے بولی پھر اُسے گھورتے ہوئے تیز لہجے میں کہا "تم میرے چہرے سے یہ ماسک کیوں نہیں اتارتے۔ بڑی تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔ شاید پورا چہرہ ننھی مُنّی پھنسیوں سے ڈھک گیا ہو"

"قریب آؤ۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

جیسے ہی وہ قریب پہنچی اُس نے اُس کے بازو میں اس زور کی چٹکی لی کہ وہ بلبلا اُٹھی!

"یہ کیا کر رہے ہو...!" وہ زور سے چیخی! لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس زور کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا کہ دیوار سے جا ٹکرائی۔ سنبھلنے نہیں پائی تھی کہ جے دی نے پھر اُسے جا لیا اور اس بار بڑی بیدردی سے اُس کی گردن تھام کر سر دیوار سے لڑا دیا... وہ کسی خوفزدہ ننھی سی بچی کی طرح چیخنے لگی۔ جے دی اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹے جا رہا تھا۔

سہراب کی اکڑ بدستور قائم تھی۔ عمران کو دیکھتے ہی اُس کے منہ سے مغلظات کا طوفان اُمنڈ پڑتا۔ اس وقت بھی یہی ہوا۔ جیسے ہی عمران نے اُس کمرے میں قدم رکھا وہ چیخنے لگا "تم میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے عدالت میں دھجیاں بکھیر دوں گا۔"

"اگر عدالت تک پہنچ سکے۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب!"

"کوئی نہیں جانتا کہ تم کہاں غائب ہو گئے۔!"

"اچھا تو پھر!"

"مار کر کہیں دفن کر دوں گا۔!" عمران نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے!" وہ زور سے چیخا!

"مجھے کون روکے گا۔!"

سہراب خاموشی سے اُسے گھورتا رہا۔ پھر آہستہ سے پوچھا "تم آخر چاہتے کیا ہو!"

"سچی بات!"

"سچی بات تم اُسی کی زبانی سن چکے ہو!"

"وہ بکواس تھی۔ جس شخص کا حوالہ لوسیا نے دیا تھا۔ وہ اُس کا باپ ہرگز نہیں ہو سکتا! کیونکہ اُس نے سرے سے شادی ہی نہیں کی۔ لاولد ہے... اور اُسے کتابوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ صرف ایک بڑا صنعت کار ہے۔"

"اس نے مجھے یہی بتایا تھا... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا!"

"کس کے توسط سے تم تک پہنچی تھی۔"

"خود ہی ملی تھی۔ کسی کے توسط سے نہیں آئی تھی۔!"

"تصاویر کس نے بنائی تھیں... تم تو ایک سیدھا خط بھی نہیں کھینچ سکتے!"

"تصاویر بھی خود اُسی نے فراہم کی تھیں... دراصل وہ نواب صاحب کی کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتی تھی... اس سے زیادہ میں نہیں جانتا۔"

"تو گویا کتاب کا محض بہانہ تھا۔"

"ہرگز نہیں کتاب ہی کے سلسلے میں تو تلاشی لینا چاہتی تھی۔!"

"اور تم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ اب تم اس کا پتا نہیں بتا سکتے!"

"فرانس کا پتا بتا سکتا ہوں۔ یہاں کہاں مقیم تھی یہ اُس نے میرے اصرار کے باوجود بھی نہیں بتایا تھا۔ میرے اس بیان میں ایک فی صد بھی جھوٹ نہیں ہے مسٹر عمران۔"

"میرا خیال ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو البتہ ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہاں تو اس سلسلے میں یہ ڈرامہ کیا گیا۔ یعنی مونا لیزا کی نواسی مہمان کی حیثیت سے نواب وارث علی خاں کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ لیکن دارالحکومت میں مسٹر مسعود وارث کے بنگلے کی تلاشی لینے والا چوروں کی طرح داخل ہوتا رہا!"

"میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!" سہراب نے کہا۔

"کیا مطلب۔!"

"مجھے اس واقعے کا قطعی علم نہیں!"

"اب تم اُڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"مسٹر عمران۔ لوسیا کے معاملے میں اعتراف کر لینے کے بعد میں دوسرے معاملے کی ذمہ داری قبول کرنے سے کیوں گھبرانے لگا!"

"یہ بھی معقول دلیل ہے... لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ میں اُسی شخص کا تعاقب کرتا ہوا تم تک پہنچا تھا۔"

"کون تھا...؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔ لیکن کیا یہ میرے لیے کافی نہیں تھا کہ وہ دارالحکومت سے سیدھا

تمہارے پاس آیا تھا۔"

"خدا کی پناہ... میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں... حلیہ بیان کرو اسکا۔ شاید اسی سے اندازہ لگا سکوں...!"

"کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس میں ایک عام سا آدمی تھا! لیکن وہ قریباً ایک گھنٹے تک تمہارے پاس بیٹھا رہا تھا۔"

"کہاں بیٹھا رہا تھا۔"

"آرٹ گیلری میں...!"

"کس دن کی بات ہے...!"

"غالباً پچھلے اتوار کی بات... ہاں ٹھیک ہے! اتوار ہی کا دن تھا۔"

"وقت...؟" سہراب نے سوال کیا۔

"سہ پہر۔ غالباً تین بجے کی بات ہے!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ٹھہرو... شاید تمہیں یاد آجائے۔ اس نے تمہاری میز پر پانی کا گلاس گرا دیا تھا۔ کچھ کاغذات بھیگ گئے تھے!"

"خداوند...!" سہراب بوکھلا کر اٹھ گیا۔

"کیوں؟ یاد آگیا نا!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یاد تو آگیا... لیکن وہ میرے لیے قطعی اجنبی تھا۔ تصاویر کا گاہک بن کر آیا تھا او مجھے باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ تصاویر کی انتہائی قیمت جو کچھ بھی لگے۔ اس کی دوگ قیمت وہ ادا کر دے گا۔ لہٰذا انتہائی قیمت لگانے والے سے سودا نہ کیا جائے...!"

عمران کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑ کر رہ گئے!

"اب میں سمجھا!" سہراب سر ہلا کر بولا "یہ میرے خلاف کوئی گہری سازش تھی!"

"خوب!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"کوئی یقین نہ کرے گا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے کسی حریف کی سازش

کا شکار ہوا ہوں۔"

"فوزیہ کے منگیتر کے قتل کا الزام بھی اپنے سر نہ لو گے!"

"قطعی نہیں مسٹر عمران! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اسے آرٹ گیلری میں قتل کروا دیتا۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ میری ٹوہ میں رہنے لگا تھا۔ اور میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا کہ منشیات کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث ہوں۔ یہ بھی تسلیم کہ فوزیہ میری کارپرداز تھی۔ لیکن میں نے اس کے منگیتر کو قتل نہیں کرایا... آخر وہ کون تھا اور کس کا آدمی تھا جس نے تصاویر کو دوگنی قیمت پر خریدنے کا آفر دیا تھا اور تم دور سے یہ سمجھتے رہے کہ وہ مجھے اپنی کارگذاری کی رپورٹ دے رہا ہے!"

"میں یہی سمجھا تھا!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا "لیکن تم تک پہنچ جانے کے بعد میں نے اسے نظر انداز کر دیا اور اس کا تعاقب پھر نہیں کیا۔"

"افسوس!" وہ اپنے زانو پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔ پھر بڑبڑایا۔

"میرا کوئی کاروباری حریف مجھے جہنم رسید کرا دینا چاہتا ہے!"

"لیکن وہ تینوں تو تمہارے ہی بھیجے ہوئے تھے۔ جنہوں نے مجھے ہوٹل کے کمرے میں گھیرا تھا۔"

"میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا کہ وہ میرے ہی آدمی تھے! لیکن مقصد قتل کرانا نہیں تھا۔ صرف تمہیں قابو میں کر کے تمہاری اصلیت جاننا چاہتا تھا۔ پھر میری معلومات کے مطابق تم ایک بلیک میلر اور بعض حالات میں پولیس انفارمر بھی ثابت ہوئے!"

"ان سب باتوں کے باوجود بھی تمہارا لوئیسا کے چکر میں پڑنا میری سمجھ میں نہیں آیا!" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا "تم نے خاصی دولت کمائی ہے۔ آخر لوئیسا نے تمہیں کتنی بڑی رقم کا لالچ دیا تھا۔"

”سوئٹزرلینڈ میں پچاس ہزار ڈالر۔“

”یعنی پانچ لاکھ روپے!... ایک حقیر سی کتاب کے لیے!“

”دراصل اس کے معاملے میں میری عقل خبط ہو گئی تھی۔!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا ”آخر تم نے اس شخص کو کیوں نظرانداز کر دیا تھا۔ جب کہ وہی اس سلسلے میں اہم ترین آدمی تھا۔“

”میری دانست میں تم اہم ترین آدمی تھے۔ کیا بھول گئے کہ تم اس سے پہلے بھی ایک غیر ملکی سفارت خانے کے معاملات میں ملوث رہ چکے ہو۔!“

”یہ میرے مقدر کی خرابی ہے کہ بار بار دوسروں کی غلط فہمیوں کا شکار ہوتا رہا ہوں اس معاملے میں بھی محض آلۂ کار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اس کا بھی علم نہیں تھا کہ آلۂ کار بن گیا ہوں۔ سفارت خانے کی ایک لڑکی پسند آ گئی تھی۔ اس سے تعلق پیدا کیا۔ اور اسی کے کہنے پر اپنے ایک ایسے دوست سے اس کا تعارف کرا دیا تھا جو وزارت خارجہ کے ایک شعبے سے تعلق رکھتا تھا۔ بس اتنے ہی کا گناہ گار تھا جو کچھ بھی کیا تھا انہی دونوں نے مل کر کیا تھا۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے تھے!“

”ہوں۔!“ عمران سر ہلا کر بولا ”بہر حال تم ہماری لسٹ پر آ گئے تھے بظاہر معمولی پوچھ گچھ کے بعد تمہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔“

”تو گویا میرے خلاف سازش کرنے والا اچھی طرح جانتا تھا کہ مجھ تک پہنچ جانے کے بعد تم اُس شخص کا پیچھا چھوڑ دو گے جس کا تعاقب کرتے ہوئے مجھ تک آ گئے!“

عمران صرف شانے سکوڑ کر رہ گیا!

”میں بُری طرح پھنس گیا ہوں... خدا مجھ پر رحم کرے۔ منشیات کے غیر قانونی کاروبار کی سزا بھگت سکتا ہوں... لیکن غیر ملکی ایجنٹوں کے آلۂ کار کی حیثیت سے ایک منٹ کی سزا بھی میرے لیے موت کا پیغام ہو گی۔ اگر ایسا کوئی الزام آیا مجھ پر

تو خودکشی کروں گا۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے سر اُٹھا کر سہراب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا ”جے وی سے کس قسم کے تعلقات ہیں۔!“

”کس سے؟“

”تم سے۔!“

”مجھ سے کسی قسم کے بھی تعلقات نہیں! شاید دوبار اُس سے محض رسمی قسم کی ملاقات ہوئی تھی۔!“

”کیا کسی نے تعارف کرایا تھا...“

”ہاں... شاید ساجد جمالی نے تعارف کرایا تھا۔!“

”جے وی بہت اچھا آرٹسٹ ہے۔!“

”سنا ہے... اور اس کے باغات کا فضائی نظارہ بھی کر چکا ہوں...!“

”کیا خیال ہے۔ تمہاری پریشانیوں کا باعث وہ بھی ہو سکتا ہے۔ سنا ہے اُس کے پاس کچھ سفید فام لڑکیاں بھی ہیں۔!“

”لیکن... مسٹر عمران وہ کیوں ہونے لگا میری پریشانیوں کا باعث جب کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تک نہیں۔ ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”دل پھینک قسم کے آدمی ہو۔ کبھی اُس کی کسی منظور نظر سے جا ٹکرائے ہو!“

”ہرگز نہیں۔ میں نے جلال آباد یا اُس کے اطراف میں کبھی دل نہیں پھینکا! ویسے اگر تم اُس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو ساجد جمالی سے بات کرو۔ اُس کے اُس سے خاصے تعلقات ہیں...!“

”ساجد تمہارا پارٹنر ہے۔!“

”میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا... لیکن یقین کرو میری ذات سے ابھی

تک کوئی قتل وابستہ نہیں ہوا۔ فوزیہ کے منگیتر کو صرف اچھی طرح پٹوا دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔!"

"تمہارے اس ارادے سے کون کون واقف تھا۔!"

"صرف ساجد جمالی۔ لیکن وہ بھی ابھی تک کسی کے قتل کا مرتکب نہیں ہوا۔ ہم نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس کی بنا پر قانون کے محافظ ہماری طرف متوجہ ہوسکے

"خیر میں دیکھوں گا۔"

"میں تمہارا مشکور رہوں گا کہ ابھی تک میرے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہیں ہوئی!"

"تعاون کرنے والے ہمیشہ مزے میں رہتے ہیں... ہاں۔ ساجد کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا وہ تنہا پورے کاروبار کا مالک بننے کے خواب نہیں دیکھ سکتا...!"

"بظاہر تو وہ مخلص نظر آتا ہے۔!"

"لیکن یقین کرو کہ ان تینوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ تینوں کے ہاتھوں میں کھلے ہوئے چاقو تھے! اگر ایک میرے ہاتھوں نہ مارا جاتا تو انہوں نے مجھے ہی ختم کر دیا تھا۔!"

"دراصل اس قسم کے معاملات کو ساجد ہی دیکھتا ہے۔ بہر حال میں نے اس سے ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔!"

"خیر۔ خیر۔ اب یہ بتاؤ کیا بات محض پچاس ہزار ڈالروں کی تھی۔!"

"ن... نہیں... دراصل۔!"

"دل بے قرار بھی مغشوش تھا۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"یہی سمجھ لو۔!" سہراب نے کہہ کر سر جھکا لیا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہوگا۔!"

"یقیناً۔!" وہ عمران سے نظریں ملائے بغیر بولا۔

"کیا وہ مونا لیزا کے میک اپ میں نہیں تھی۔"

"نہیں مسٹر عمران... ورنہ میں سب سے پہلے اس کی اصلیت جاننے کی کوشش کرتا۔"

"اچھی بات ہے!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "شاید پھر جلد ہی ملاقات ہو۔"

اس کے بعد وہ اس کمرے میں پہنچا جہاں ساجد جمالی کو رکھا گیا تھا۔

وہ بھی عمران پر نظر پڑتے ہی غرانے لگا۔!

"کوئی فائدہ نہیں۔!" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"تم نے کس قانون کے تحت مجھے بند کر رکھا ہے؟"

"ابھی تم قانون تک کہاں پہنچے ہو۔ ابھی تو میرے مرحلے پر ہو۔ قانون کے حوالے اس وقت کروں گا جب تم میرے مطالبات پورے کرنے سے انکار کر دو گے۔"

"کیسے مطالبات۔!"

"سہراب پولیس کی حراست میں ہے!"

"کیا مطلب...!"

"تمہاری اسکیم سو فی صدی کامیاب رہی! فوزیہ کے منگیتر کے قتل کا الزام اس کے سر آیا ہے۔!"

"میری اسکیم سے کیا مراد ہے؟" وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"اگر اسے پھانسی ہو گئی تو پورے کاروبار کے مالک تم ہو گے۔"

"میری ایسی کوئی اسکیم نہیں تھی۔!"

"پھر اس بیچارے کو اس طرح الجھانے کی کوشش کیوں کی تھی!"

"میں قطعی نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو!"

"وہ شیبا فرار ہو گئی لیکن سہراب کو پولیس نے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس کی گرفتاری نواب وارث علی خاں کے محل سے عمل میں آئی ہے۔ اور اس نے

اعتراف کر لیا ہے کہ تم اُس کے بزنس پارٹنر ہو۔ اس لیے اب پولیس کو تمہاری تلاش ہے!“

دفعتہً ساجد کے چہرے پر مُردنی چھاگئی اور وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا ”تم کیا چاہتے ہو!“

”اعتراف! کہ لوٹیسا تمہارے ہی توسط سے سہراب تک پہنچی تھی!“

”یہ بالکل غلط ہے! میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے! اُس نے براہ راست سہراب سے معاملات طے کیے تھے!“

”تم نے دخل اندازی نہیں کی۔!“

”کیوں کرتا جب کہ وہ سہراب کا نجی معاملہ تھا!“

”لیکن اس کی مدد کرتے رہے تھے!“

”کیوں نہ کرتا۔!“

”گویا تم نہ صرف غیر قانونی طور پر منشیات کی تجارت کرتے ہو بلکہ غیر ملکی جاسوسوں کا آلۂ کار بھی بنتے ہو۔“

”تمہارا پہلا ریمارک درست ہے۔ لیکن دوسرا حقیقت سے بعید ہے!“

”میں کہہ رہا ہوں کہ لوٹیسا ایک غیر ملکی جاسوسہ تھی۔“

”میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے تو جو کچھ بھی کیا سہراب کے لیے کیا۔ اگر وہ غیر ملکی جاسوسہ تھی تو سہراب جانے۔!“

”بہر حال تم اُن کی اعانت کے ملزم ہو۔!“

”نادانستہ طور پر۔!“

”قانون کو اس سے سروکار نہیں۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا چاہتے ہو۔!“

”فی الحال سچی بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”یعنی میں تمہیں اُس مفرور کا عورت کا پتا بتا دوں!“

”خاصے سمجھدار ہو!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اس کے بعد تم میرے سلسلے میں کیا کرو گے۔!“

”تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کروں گا۔!“

”تو سچی بات یہ ہے کہ میں لوٹیسا کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ اُسے ایک کتاب کی تلاش تھی۔۔!“

”وہ کہاں سے آئی تھی اور کہاں چلی گئی ہو گی۔!“

”میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔ سہراب ہی بتا سکے گا۔!“

”وہ بھی نہیں بتا سکا!“

”تب تو اُس سے بڑا جھوٹا روئے زمین پر نہ ہو گا۔!“

”یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو۔!“

”کیا تم کسی ایسے فرد کے لیے اس نوعیت کا کام کر سکو گے جس سے اچھی طرح واقف نہ ہو۔!“

”کوئی بہت بڑی رقم پہاڑ کو بھی ہلا سکتی ہے!“

”کتنی بڑی رقم۔!“

”پچاس ہزار ڈالر سمجھ لو۔!“

ساجد ہنس پڑا اور بولا ”یہ ہوائی سہراب ہی نے چھوڑی ہو گی۔!“

”کیا مطلب۔!“

”سفید فام لڑکیوں کے لیے وہ اندھے کنوئیں میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہے! لوٹیسا نے خود کو پوری طرح اس کے حوالے کر دیا تھا۔“

”چلو یہی سہی! تو پھر۔!“

”تو پھر یہ کہ۔۔۔ یہ قطعی غلط ہے کہ سہراب اُس کے ٹھکانے سے واقف نہ

ہو گا۔!"

"اُس نے اُس کا اعتراف نہیں کیا!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا! "تصویریں کس نے بنائی تھیں؟"

"لوئیسا ہی نے تصویریں بھی فراہم کی تھیں۔!"

"جے وی! بہت اچھا آرٹسٹ ہے۔!" عمران نے کہا۔

"یہاں جے وی کا کیا ذکر!" ساجد نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا!

"اُوہ... تو تم اس کا ملوث کیا جانا پسند نہیں کرتے۔!"

"وہ یقیناً بہت اچھا آرٹسٹ ہے۔ لیکن اس قسم کی حرکتوں کا مرتکب کیوں ہونے لگا۔"

"اُس کے پاس سفید فام لڑکیاں بھی ہیں!"

"ہوں گی۔ لیکن جے وی کو کیا پڑی ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم اُسے بہت قریب سے جانتے ہو۔!"

"وہ میرا دوست ہے۔ مقامی آدمیوں میں شاید یہ شرف صرف مجھے حاصل ہے! لیکن... میں نہیں سمجھ سکا۔!... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آخر جے وی ایسا کیوں کرنے لگا۔ جب کہ وہ اس پر قادر ہے کہ جب چاہے وارث علی خاں کے محل کی تلاشی اپنے طور پر لے سکتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"اُس کے پاس ایسے آدمی بھی ہیں جو چوروں کی طرح جہاں چاہیں پہنچ جائیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے..."

"واقعی؟..."

"ہاں! اگر وہ وارث محل سے کچھ حاصل کرنا چاہتا تو اُسے اتنا کھڑاگ پھیلانے کی ضرورت پیش نہ آتی... بھلا اس طرح پبلسٹی کیوں کرتا۔!"

"تو گویا تم سمجھتے ہو کہ یہ پبلسٹی تھی۔!"

"کھیل کے اختتام سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔!"

"گردن کس کی پھنسی۔!"

"ظاہر ہے کہ سہراب کی۔ اور میری پوزیشن بھی محفوظ نہیں ہے!"

"اسی لیے سہراب کا خیال ہے کہ یہ کسی کاروباری حریف کی حرکت ہے!"

"یا پھر میری۔" ساجد مُسکرا کر بولا "تاکہ پورے بزنس پر میرا قبضہ ہو جائے!"

"اس امکان کو بھی خارج از بحث نہیں کیا جا سکتا!"

"کیا خود سُہراب کا بھی یہی خیال ہے؟"

"نہیں! وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا..."

"تم یہی سمجھتے ہو!"

"میری رائے محفوظ ہے... ! جے وی سے تمہارے کس قسم کے تعلقات ہیں!"

"بس ہم دوست ہیں!"

"تم نے لوئیسا کو قریب سے دیکھا ہو گا۔!"

"ہاں۔ آں... سُہراب نے اُس کے سلسلے میں مجھ پر اسی حد تک اعتماد کیا تھا!"

"کیا وہ مونالیزا کے میک اپ میں تھی...!"

"اگر میک اپ تھا تو کمال کا تھا۔!"

"گویا تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ میک اپ تھا یا نہیں!"

"تمہارے اندازِ گفتگو نے ڈانواڈول کر دیا ہے۔ اب ایسا لگتا ہے جیسے میک اپ ہی رہا ہو۔"

"کوئی خاص وجہ۔ مطلب یہ کہ میرے توجہ دلانے پر کوئی خاص بات یاد آئی ہے؟"

"جے ڈی کے حوالے نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے لیکن پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسا کیوں کرنے لگا۔!"

"یہ دیکھنا میرا کام ہے۔!"

"تم آخر ہو کون ... !" سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اپنا بزنس کر رہے ہو یا پولیس کے لیے کام کر رہے ہو۔!"

"پولیس کے لیے کام کر رہا ہوتا تو تم براہ راست پولیس ہی کی تحویل میں ہوتے سہراب بھی میرے قبضے میں ہے!"

"اور مسعود وارث کی لڑکی شلی کی کیا حیثیت ہے!"

"وہ مجھے اپنا ایک ہمدرد سمجھتی ہے!"

"اور تم کس چکر میں ہو۔!"

"سنو! شلی سے ربط بڑھائے بغیر میں تہ خانے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور میرا چکر اصل آدمی تک پہنچنا ہے تم اور سہراب اس سلسلے میں میرے لیے اب کوئی اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ تم دونوں محض آلۂ کار ثابت ہوئے ہو۔!"

"تو پھر تمہیں کیوں روک رکھا ہے ...!"

"یہ بھی تمہارے ہی مفاد میں ہے! جب تک یہاں ہو۔ پولیس کی زد سے بچے رہو گے۔ پولیس ہم تینوں کی تلاش میں ہے!"

"لیکن میرا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں!"

"سہراب اعتراف کر چکا ہے کہ وہ تینوں تمہارے ہی بھیجے ہوئے تھے جنہوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا!"

"ہو سکتا ہے! لیکن یہ اتنا بڑا جرم نہیں جتنا بڑا جرم خود تم سے سرزد ہو چکا ہے!"

"حفاظت خود اختیاری جرم نہیں ہے! اور پھر مہینے میں ایک آدھ قتل کر دینا میری ہابی ہے ... لیکن تم لوگ جو اس معاملے میں اتنے محتاط ہو اس قسم کی حماقت

کیسے کر بیٹھے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"فوزیہ کے منگیتر کا قتل ... اور وہ بھی بیچ آرٹ گیلری میں۔ کہیں اور لے جا کر مار دیا ہوتا۔"

"تم یقین نہیں کرو گے کہ اس قتل میں ہمارا ہاتھ نہیں ہے!"

"تمہارا مسئلہ ہے۔ تم جانو۔ ہاں تمہیں کچھ یاد آیا تھا جے ڈی کے ذکر پر۔!"

"اس کی لڑکیوں کے بارے میں تم نے کچھ پوچھا تھا... پھر مونا لیزا کے میک اپ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جے ڈی بہت باکمال آدمی ہے۔ اُس کے لیے مونا لیزا کا ایسا ماسک تیار کر لینا مشکل نہ ہوگا جس پر انسانی جلد ہی کا گمان ہو سکے!... لوئیسا کی ایک غیر شعوری حرکت کی بنا پر میں سوچا کرتا تھا کہ یہی عادت میں نے اس سے قبل کس لڑکی میں دیکھی تھی اور پھر جیسے ہی تم نے جے ڈی کا نام لیا۔ مجھے وہ لڑکی یاد آ گئی۔! لوئیسا بات کرتے کرتے اچانک رُک کر ایک خاص انداز میں تھوک نگلتی تھی۔ بہر حال انداز دلکش تھا۔ بالکل یہی انداز میں نے جے ڈی کی ایک مہمان میں بھی پایا تھا جو سوئٹزرلینڈ سے آئی تھی۔!"

"آوازوں میں بھی یکسانیت محسوس کی ہوگی۔!"

"نہیں... میرا خیال ہے کہ لوئیسا کی آواز کسی قدر بھاری تھی!"

"آواز بدلی جا سکتی ہے! تو وہ لڑکی اب بھی جے ڈی کی مہمان ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا!"

"نام کیا ہے...!"

"غالباً مِلڈرتھ — روتھی کہلاتی ہے! دلآویز نقوش اور سنہرے بالوں والی ہے۔ اگر مونا لیزا کے میک اپ میں وہی تھی تو اپنی اس کمزوری پر قابو نہیں پا سکی۔

تھی۔ گفتگو کے دوران میں تھوک نگلنے کا وہ انداز خاصا دلکش تھا!"

"سنا ہے کہ وہ مقامی آدمیوں کو اپنی جائیداد کی حدود میں نہیں داخل ہونے دیتا۔!"

"میں یہی تو کہہ رہا تھا کہ میرے علاوہ یہاں اور کوئی اُس سے اتنا قریب نہیں ہے!"

"مجموعی طور پر اُس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے!"

"اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا! جھکی اور سنکی ہے! کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس وقت کیا کر بیٹھے گا۔!"

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے!"

"نہیں۔ شکریہ! لیکن کب تک اس طرح روکے رکھو گے!"

"وقت کا تعین نہیں کر سکتا۔ حالات پر منحصر ہے!"

"تمہارے بازو کے زخم کا کیا حال ہے۔!"

"پہلے سے بہتر ہے!... اچھا... اب مجھے چلنا چاہیئے!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

•

شکی عمران سے ملنے کے لیے بے چین تھی۔ لیکن وہ تو اس طرح غائب ہوا تھا جیسے اُس کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ اس نے اپنے باپ سے اُس کے بارے میں خاصی پوچھ گچھ کر ڈالی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ معلوم کر سکی کہ وہ ایک بہت بڑے سرکاری افسر کا بیٹا ہے۔ اور کبھی کبھی سر سلطان کے لیے بھی تھوڑی بہت دوڑ دھوپ کر ڈالتا ہے وہ بھی اس لیے کہ اس کے باپ سے سر سلطان کے گہرے مراسم ہیں۔ لیکن شکی کچھ اور بھی جاننا چاہتی تھی۔ کیا جاننا چاہتی تھی۔؟ خود اس کا ذہن بھی اس سوال کے جواب کی نشاندہی سے قاصر تھا!

بہر حال وہ عمران کے بارے میں ہمہ وقت کچھ نہ کچھ سوچتی ہی رہتی تھی۔ اس وقت بھی ذہن ایسی ہی کسی کیفیت سے گذر رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور اس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور کریڈل سے اُٹھا لیا۔

دوسری طرف سے عمران کی آواز سنتے ہی دل حلق میں دھڑکنے لگا اور ہونٹ خشک ہونے لگے۔!

"تم کہاں غائب ہو گئے!" بدقت کہہ سکی!

"تمہارے باوا سے ڈر لگتا ہے!"

"ہاں... وہ کہہ رہے تھے کہ تم سنکی ہو۔!"

"شکر ہے کہ بدمعاش نہیں کہا... ویسے کیا تم ایڈونچر کے موڈ میں ہو"

"کوئی نئی سوجھی کیا...؟"

"لیکن کیا گھر سے تین چار دن کے لیے غائب رہ سکتی ہو!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"تو پھر خواہ مخواہ میں نے وقت ضائع کیا۔!"

"آخر کہنا کیا چاہتے ہو۔!"

"جے وی کا نام سنا ہے۔!"

"انکل جے وی کی بات کر رہے ہو۔!"

"انکل سے کیا مراد ہے..!"

"رشتے کے چچا ہوتے ہیں! ان کے باپ ہمارے عزیز تھے۔ ماں جرمن تھی۔!"

"کیا اب بھی مراسم برقرار ہیں!"

"کیوں نہیں۔!"

"مطلب یہ کہ اگر تم اُس کے فارم میں جانا چاہو... تو...!"

“میں جا سکتی ہوں... شاید تم نے کسی سے سنا ہوگا کہ وہ مقامی آدمیوں کو نہیں گھسنے نہیں دیتے۔!”

“ہاں یہی بات ہے...!”

“کیا تم فارمز کی سیر کرنا چاہتے ہو!...”

“ہاں۔ بہت تعریف سُنی ہے...!”

“میں انکل جے وی کو فون کر دوں گی تمہیں کوئی نہیں روکے گا!”

“یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی!”

“لیکن تم نے مجھ سے ایڈونچر کی بات کیوں کی تھی؟”

“میں نے سوچا تھا کہ ہم دونوں غیر ملکی سیاحوں کے بھیس میں سیر کر آئیں گے۔!”

اور کوئی بات معلوم ہوتی ہے! مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو۔!”

“کیا جے وی کبھی تمہارے گھر بھی آتا ہے۔!”

“نہیں ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ دراصل دادا جان اُن سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ لیکن ڈیڈی سے انکل جے وی کے تعلقات اچھے خاصے ہیں۔ ہم کبھی کبھی ان کی طرف جاتے رہتے ہیں!”

“اُس نے کئی سفید فام لڑکیاں بھی تو پال رکھی ہیں۔!”

“غالباً دادا جان انہی سب باتوں کی وجہ سے اُن سے متنفر ہیں!”

“لیکن تمہارے ڈیڈی سے جے وی کے تعلقات اچھے ہیں!”

“ڈیڈی معقولیت پسند ہیں!”

“تو گویا اتنی ڈھیر ساری سفید فام لڑکیاں پال لینا معقولیت ہے!”

“لڑکیوں پر اتنا زور کیوں دے رہے ہو۔!”

“کچھ نہیں بس یونہی... پتا نہیں کیوں دل چاہتا ہے کہ ہر وقت لڑکیوں کی باتیں کرتا رہوں!”

“بکواس ہے! تم سے زیادہ بد ذوق آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا!”

“ڈیڈی کہاں ہیں!”

“واپس گئے۔ دادا جان وغیرہ شاید کل واپس آجائیں۔ اس لیے فون کرتے وقت محتاط رہنا۔!”

“مجھے کیا پڑی ہے کہ فون کرتا پھروں گا۔! ویسے تمہارے دادا جان کو بھی دیکھوں گا۔!”

“کیا مطلب۔!”

“تمہارے ڈیڈی کہتے ہیں کہ انہوں نے پیرس میں مرے سے کوئی کتاب خریدی ہی نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے تمہارے دادجان اس مسئلے پر کوئی روشنی ڈال سکیں!”

“سنو... خوب یاد آیا... دیکھو دادا جان کو یہ ہرگز نہ معلوم ہونے پائے کہ تم ان کے کمرے سے کس طرح تہ خانے میں پہنچ گئے تھے۔”

“لیکن میرا تہ خانے میں پایا جانا ثابت ہو چکا ہے۔”

“یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں! تم اسی راستے سے تہ خانے میں پہنچے تھے جس سے میں لوئیسا کو لے کر گئی تھی۔!”

“میں یاد رکھوں گا...”

“کب مل رہے ہو...!”

“میری دانست میں اَب یہ قطعی غیر ضروری ہے!”

“کیوں؟ کیا مطلب۔!”

“جس ضرورت کے تحت ملا تھا وہ پوری ہو چکی ہے!”

“ابھی کتاب تو واپس نہیں ہوئی۔!”

“کتاب تم نے تحفتہً اس کی خدمت میں پیش کر دی تھی اس لیے اس کی واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔”

"نادانستگی میں مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" عمران نے جواب دیا۔" اور اس کے بعد رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ شلی نے برا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ عمران کی گفتگو سے اُلجھن میں پڑ گئی تھی دراصل بے وی کا ذکر الجھن کا باعث بنا تھا۔ اُس نے عمران کے لہجے میں کوئی خاص بات محسوس کی تھی۔

سہ پہر کو دادا جان غیر متوقع طور پر وارد ہو گئے ورنہ پروگرام کے مطابق انہیں اگلے دن پہنچنا تھا! شاید مسعود وارث نے انہیں حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ بے حد غضبناک ہو رہے تھے! شلی پر برس پڑے آخر اس نے ان بازاری لوگوں کو منہ کیوں لگایا تھا۔ اور اس حد تک کہ انہیں محل میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔۔۔!

"تم اول درجے کی بیوقوف ہو۔۔۔ خود کو بے حد ذہین سمجھتی ہو۔!"

"مم۔ میں کیا کرتی دادا جان وہ اسی طرح گڑگڑایا تھا! میں نے کہا کیا حرج ہے۔۔۔!" وہ گھگھیائی۔

"اور پھر دیکھا کیا ہوا۔ سرکاری جاسوس پہلے ہی سے اُن بدمعاشوں کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اگر وہ بھی انہی کے ساتھ اندر نہ آ گیا ہوتا تو تم دیکھتیں اپنی رحمدلی کا انجام۔۔۔!"

"میں شرمندہ ہوں دادا جان۔۔۔ واقعی بالکل بیوقوف ہوں۔ تسلیم کرتی ہوں۔"

"خیر۔۔۔ تم نے دیکھا تھا اس کتاب کا ٹائیٹل۔۔۔!"

"نہیں دادا جان۔۔۔!"

"یہ دوسری بیوقوفی۔۔۔!" وہ میز پر ہاتھ مار کر گرجے! "پتا نہیں کون سی نادر و نایاب کتاب نکال لے گئی۔! بھلا مچھلیوں کی افزائش نسل سے میری لائبریری کو کیا سروکار۔۔۔ ایسی کوئی کتاب نہ میں نے کبھی خریدی اور نہ تمہارے باپ نے۔!"

"اب تو میرا دل چاہتا ہے کہ خودکشی ہی کر لوں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"یہ آخری بیوقوفی ہو گی۔۔۔!" دادا جان آنکھیں نکال کر بولے۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر کہا: "میں اس جاسوس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ تو صورت ہی سے بیوقوف معلوم ہوتا ہے!" شلی نے کہا!

"تب تو عقلمندی میں اس کا جواب نہ ہو گا۔!"

"بات کرنے کی تمیز تو ہے نہیں۔ آپ کو اس پر زیادہ تر غصہ ہی آئے گا۔"

"اگر وہ اچھا جاسوس نہ ہوتا تو یہاں تک پہنچ ہی نہ سکتا! امریکہ میں تو ایسے جاسوس دیکھے ہیں جو اپنا نام تک نہیں لکھ سکتے یہ بیچارہ بھی ناخواندہ کانسٹیبل کی حیثیت سے بھرتی ہوا ہو گا!"

"لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہو گا۔"

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور وہ دوڑتی ہوئی اُس کمرے میں پہنچی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ اتفاق سے یہ عمران ہی کی کال ثابت ہوئی۔

"تو پہنچ گئے تمہارے دادا جان" اُس نے پوچھا!

"وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں! لیکن میں نہیں چاہتی۔!"

"تم کیوں نہیں چاہتیں!"

"ان کا خیال ہے کہ تم ایک ناخواندہ کانسٹیبل کی حیثیت سے بھرتی ہوئے ہو گے۔"

"میں تو پیدا ہوتے ہی بھرتی ہو گیا تھا خواندگی یا ناخواندگی کا چکر ہی نہیں تھا!"

"اور دوسری بات۔۔۔!" شلی تھوک نگل کر بولی "وہ تم سے پوچھیں گے کہ تم دوسروں کی لاعلمی میں اندر کیسے داخل ہو سکے تھے۔ اگر تم نے اکزھانسٹ پائپ کے ذریعے اُن کے کمرے تک پہنچنے کا واقعہ سنا دیا تو وہ چوکیدار کو گولی مار دیں گے۔"

"لیکن وہ اس پر بھی یقین نہیں کریں گے کہ میں سہراب کے کوٹ کی جیب

میں بیٹھ کر اندر پہنچا تھا۔ یا تمہارے ہینڈ بیگ میں چھپ گیا تھا۔“

”بہتر یہی ہوگا کہ تم اُن سے دُور ہی رہو — !“

”اُن سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں !“

”قطعی نہیں — ہرگز نہیں۔ کسی اور طرح کام چلالو — !“

”ارے واہ یہ بھی کوئی بچپن کا معاملہ ہے کہ بھینس نصیب نہ ہونے کی بنا پر ڈبے کے دودھ سے کام چل جائے گا۔“

”دیکھو! میں کہتی ہوں ... !“

”ختم کرو — دیکھا جائے گا۔ لیکن جے وی والی بات تو رہ ہی گئی تھی !“

”کیا اس معاملے سے اُن کا بھی کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ !“

”میں نے کسی معاملے کی نشاندہی ابھی تک نہیں کی۔ بس میں اُسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں !“

”تمہارا کوئی فعل مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔“

”اب مچھلیوں کی آڑھت کرنے کا ارادہ ہے !“

”اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو !“

”کتاب کے بارے میں تمہارے دادا جان کا کیا خیال ہے !“

”ان کا خیال ہے کہ کوئی ایسی نادر و نایاب کتاب نکال لے گئی جس کی اہمیت سے ہم واقف نہیں تھے۔ لیکن وہ مچھلیوں کی افزائش نسل کے موضوع پر نہیں ہو سکتی۔ بھلا ہماری لائبریری میں ایسی کسی کتاب کی گنجائش کہاں۔“

”تب تو پھر مجھے بھی گھر کی راہ لینی چاہیئے۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ دادا جان پہنچ گئے ہیں !“

”قطعی غیر ضروری سوال ہے۔ خدا حافظ !“ دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

صدیقی کی بازیابی کے انداز نے انہیں چکرا کر رکھ دیا تھا۔ بالکل سامنے کی بات تھی کہ بعض نامعلوم افراد نے صدیقی کو قابو میں کیا، کچھ عرصہ بند رکھا اور پھر ان کی رہنمائی بھی اس تک کر دی! اس پر اچانک حملہ اس لیے ہوا تھا کہ وہ مونا لیزا کی ہمشکل کا تعاقب نہ کر سکے۔ اس کے بعد وہ اُسے قتل بھی کر سکتے تھے۔ لیکن شاید بہت محتاط لوگ تھے۔ حالات کی سنگینی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کسی سرکاری آدمی کا قتل پولیس کو اور زیادہ چوکس کر دیتا۔ اس لیے مقصد برآری کے بعد انہوں نے صدیقی کی رہائی کے اسباب بھی خود ہی پیدا کر دیئے۔

جولیا جس عمارت میں مقیم تھی اب اُس کی نگرانی بھی نہیں ہو رہی تھی۔ صفدر اور نیمو کئی بار چیک کر چکے تھے۔ عمارت کے آس پاس کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا تھا جس پر نگرانی کرنے والے کا شبہ کیا جا سکتا۔

خود عمران نے بھی اس سلسلے میں خاصی چھان بین کروائی تھی ... اور اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ ان کی نگرانی نہیں کی جا رہی۔ جولیا اور صدیقی ابھی تک اُسی عمارت میں مقیم تھے۔ اور فوزیہ بھی اُنہی کے ساتھ تھی ... عمران، نیمو اور صفدر دوسری عمارت میں تھے۔ ساجد اور سہراب کو بھی وہیں رکھا گیا تھا ... دونوں الگ الگ کمروں میں بند کئے گئے تھے۔ اور اس طرح کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ دونوں کا قیام ایک ہی عمارت میں ہے۔

عمران اب دراصل اس فکر میں تھا کہ کس طرح دو دو باتیں نواب زادہ وارث علی خاں سے بھی ہو جائیں۔ جے وی کی طرف رُخ کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا اس نے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ... اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

”کون ہے!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”وہی جس سے آپ ملنا چاہتے تھے!“

”اوہ — تو پھر آجاؤ...!“

”فی الحال یہ ناممکن ہے... البتہ آپ مجھ تک بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں...!“

”پتا بتاؤ — میں آجاؤں گا۔!“

عمران نے عمارت کا محل وقوع بتاتے ہوئے کہا... ”لیکن آپ تنہا آئیں گے مطلب یہ کہ خود ڈرائیو کریں گے۔ ڈرائیور بھی آپ کے ساتھ نہیں ہوگا۔“

”یہ شرط میرے لیے قابل قبول نہیں ہے...!“

”تو پھر صبر کیجیے۔!“

”پتا نہیں کیسی اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔!“

”جناب آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ یہ میری خواہش نہیں ہے!... یا پھر فون ہی پر بتا دیجیے کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔“

”میں فون پر اس قسم کی گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔!“

”آپ کی مرضی۔!“

”آخر تمہارا عہدہ کیا ہے؟“ نوابزادہ صاحب غرّائے۔

”آپ کے صاحبزادے سے زیادہ اونچے رینک کا آدمی ہوں!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور عمران نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

صفدر اور نیمو آرام کر رہے تھے! ان کے کمروں کے دروازوں پر یکے بعد دیگرے دستک دے کر انہیں اٹھایا...!

”شبلی کا دادا مجھ سے ملنے آرہا ہے؟“ اس نے انہیں اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں باہر رک کر اس پر نظر رکھو گے کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا گیا۔“

”ہم شبلی کے دادا کو نہیں پہچانتے جناب!“ نیمو نے بڑے ادب سے گزارش کی

”پہچان یہ ہے کہ بوڑھا ضرور ہوگا۔ اگر نہ ہو تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہلمین منکس ماڈل ففٹی ٹو ڈرائیو کر رہا ہوگا۔ اور تمہارے فرشتوں نے اتنی پرانی اور اس قدر چمچماتی ہوئی گاڑی کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ رنگ سیاہ ہے۔“

”کافی ہے!“ نیمو ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”خاصے چل نکلے ہو... کہیں کسی ادھیڑ عورت کی نظر نہ لگ جائے۔“

وہ دونوں چلے گئے۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد اطلاعی گھنٹی بجی اور عمران نے صدر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک غیر معمولی طور پر صحت مند بوڑھا کھڑا نظر آیا... چڑھی ہوئی گھنی سفید مونچھیں اور سرخ سرخ آنکھیں اسے کسی قدر ہیبت ناک بھی بنا کر پیش کر رہی تھیں...!

”سامالیکم...!“ عمران نے مکھی اڑائی۔

”والیکم —!“ ہلکی سی غراہٹ کے ساتھ جواب ملا۔

”تشریف لائیے!“... عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ لیکن اندر قدم رکھنے سے قبل بوڑھے نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا... ادھر عمران نے چہرے پر ایسا ہونق پن طاری کر لیا تھا جیسے بہت زیادہ مرعوب ہو گیا ہو۔

نشست کے کمرے میں لا کر بٹھاتا ہوا بولا! ”مجبوراً آپ کو تکلیف دی ہے!“

”تو تم ہی ہو... علی عمران۔“

”جی ہاں۔ بالکل بالکل...!“

”تمہیں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے!“

”مجھے اتنا وقت ہی نہیں مل سکا کہ کسی قسم کی بھی تمیز پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔“

”ڈھیٹ بھی ہو۔!“

”وغیرہ وغیرہ بھی سمجھ لیجیے! بہر حال فرمائیے! آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے

تھے ! ویسے میں تو آپ کو نظر انداز ہی کر دینا چاہتا تھا ۔ !"

"کیا مطلب ۔ !" گرجدار آواز سے کمرے کی فضا مرتعش ہو گئی ۔

"اس لیے نظر انداز کرنا چاہتا تھا کہ آپ کو خاصی جوابدہی کرنی پڑے گی !"

"صاف صاف بات کرو ؟"

"آخر مونا لیزا ہی کی ہمشکل کیوں نواب صاحب !"

"میں کیا جانوں ؟"

"مجھے علم ہے کہ آپ جلال آباد سے کہیں نہیں جاتے ۔ اپنے اعزہ سے نہیں ملتے خواہ کسی کے گھر موت ہی کیوں نہ ہو جائے ۔ پھر آپ اس دوران میں اچانک جلال آباد سے کیوں چلے گئے تھے ۔"

"میرا نجی معاملہ ہے تمہیں اس سے کیا سروکار ... !"

"مجھے آپ کے اس نجی معاملے سے کوئی سروکار نہیں ! میں تو صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ مجرموں کو اس کا علم نہیں تھا کہ آپ اچانک یہاں سے چلے جائیں گے ورنہ وہ اتنی لمبی اور پیچیدہ پلاننگ ہرگز نہ کرتے ۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو !"

"مونا لیزا کی ہمشکل محترمہ تھلی کے لیے نہیں بلکہ آپ کے لیے تھی ۔ !"

"یہ کیا بکواس ہے ۔"

"جناب والا یہ بکواس نہیں حقیقت ہے مجھے اس نتیجے پر پہنچنے کے سلسلے میں بڑی محنت کرنی پڑی ہے ... آپ کے بچپن سے لے کر اس وقت تک کی تاریخ دہرانی پڑی ہے ... !"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ۔ !"

"مونا لیزا ... "

"بس ۔ بکواس بند ۔ !" بوڑھا اُٹھ کھڑا ہوا ...

"محترم ۔ آپ پتہ نہیں کس خیال میں ہیں ! سہراب محض ایک آلہ کار تھا ۔ اُسے کسی کتاب کی کہانی سنائی گئی تھی ۔ اصل معاملے کی اُسے ہوا تک نہیں لگ سکی ۔ بہرحال مقصد یہ تھا کہ اصل مجرم اپنا کام کر جائے اور گردن کٹے سہراب کی کیونکہ وہ پہلے سے مشتبہ تھا ۔ اور آپ کے بیٹے کے محکمے کی سیکرٹ سروس اُس کی نگرانی کر رہی تھی ۔ لہٰذا اس قصّے کو اسی انداز میں شروع کیا گیا کہ وہ محکمے کا کوئی معاملہ معلوم ہو ۔ اگر مونا لیزا کی ہمشکل آپ ہی کے توسط سے آپ کی حویلی تک پہنچتی اور بالآخر آپ کو چوٹ دے جاتی تو پھر سہراب ہی ہمارے ہاتھ لگتا اور کسی طرح بھی قانون کے محافظوں کو باور نہ کرا سکتا کہ وہ اصل معاملے سے لاعلم تھا ۔ آپ کی عدم موجودگی میں بھی وہ اصل چیز کی تلاش کرنے کی کوشش کرتی لیکن میری وجہ سے اُسے مہلت نہ مل سکی اور صرف ڈرامے کا وہی حصّہ پلے کر سکی جو سہراب کے علم میں تھا یعنی ایک بیکار سی کتاب لے بھاگی ۔"

"میں پوچھتا ہوں تم بغیر اجازت حویلی میں کیوں داخل ہوئے !" بوڑھا پھر گرجا ۔

"میں ایسے لوگوں کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا جن پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا شبہ تھا ۔ لیکن وہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا ۔ بہرحال مسٹر مسعود وارث نے مجھ سے قطعی یہ نہیں پوچھا تھا کہ میں اجازت حاصل کیے بغیر حویلی میں کیوں داخل ہوا ۔"

"خیر ۔ خیر ۔ تو اب یہ قصّہ ختم ہو گیا ! میں نہیں جانتا کہ وہ کونسی کتاب لے گئی ۔ لے گئی ہو گی مجھے پرواہ نہیں ۔ !"

"قصّہ تو اب شروع ہوا ہے نواب صاحب اور اس کہانی سے ایک قتل بھی وابستہ ہے ۔ لہٰذا ..."

"لہٰذا کچھ بھی نہیں ۔ ! قتل میری حویلی میں نہیں بلکہ سہراب کی آرٹ گیلری میں ہوا تھا ۔"

"اس سے بحث نہیں کہ قتل کہاں ہوا تھا ۔ تفتیش ہر حال میں جاری رہے گی اور مجھے جلال آباد ہی میں رُکنا پڑے گا ۔ اور میرے یہاں رُکنے کا مطلب یہ ہے

کر وقتاً فوقتاً آپ کو بھی کسی قدر زحمت گوارا کرنی پڑے گی۔!"

"یہ بھی بکواس ہے! وہ کتاب رشل نے اُسے تحفتہً دے دی تھی۔ میں بھی اسے تسلیم کرتا ہوں۔ بات ختم۔!"

"لیکن مونالیزا۔!" عمران شرارت آمیز تبسم کے ساتھ بولا۔

"یقیناً تم پاگل ہوگئے ہو۔!"

"پلیز۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے بولا! "اب آپ میرے سوالات کے جواب بہت سوچ سمجھ کر دیں گے۔!"

بوڑھے نے برافروختگی کے عالم میں کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموشی سے اُسے گھورتا رہ گیا۔

"جے وی سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔!" عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ شاید وہ چونکنے ہی کا انداز تھا جسے بوڑھے نے بہت خوبصورتی سے دبانے کی کوشش کی تھی۔

"تمہیں اس سے کیا سروکار۔؟"

"آپ صرف سوال کا جواب دیں گے۔؟"

"حد ہوگئی۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا۔!"

"آپ کے فرزند کے باس سر سلطان بھی مجھے دیکھ لینے کی اہلیت نہیں رکھتے اس کے باوجود میں درخواست کروں گا کہ سوچ سمجھ کر گفتگو کیجئے۔!"

"آخر تم نے جے وی کا ذکر کیوں چھیڑا ہے۔!"

"مونالیزا کے سلسلے میں!"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جس قسم کی بھی سازش تھی اُسکی پشت پر جے وی ہی ہو سکتا ہے!"

"میرا یہی خیال ہے!"

"خیال نہیں واہمہ ہو میں اُسے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔!"

"کوئی خاص وجہ۔!"

"چھچھورا آدمی ہے۔ اس کے باپ سے رشتہ داری تھی ہماری۔ لیکن میں اُسے اُس کا نطفہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں!"

"حکومت تسلیم کرتی ہے۔ ورنہ اپنے باپ کی جائیداد پر کیسے قابض ہوسکتا!"

"میں کہتا ہوں اس ذکر کو ختم کرو۔!"

"مونالیزا نہیں ختم ہونے دے گی..."

"جہنم میں جاؤ۔!" بوڑھا دہاڑ کر اٹھا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔

عمران نے اونچی آواز میں کہا "مجھے اپنے سوال کا جواب مل گیا ہے نواب صاحب!"

تھوڑی دیر بعد صفدر اور نیمو اندر آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ نواب زادہ وارث علی وہاں تنہا ہی پہنچا تھا۔ دور دور تک کوئی دوسری گاڑی نہیں دکھائی دی تھی۔

"ہوں تو اس کا تعاقب نہیں کیا گیا!" عمران نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

"ہم کب تک یہاں بند بیٹھے رہیں۔!" صفدر بولا۔

"جب تک دونوں ملزم یہاں سے ہٹا نہیں دیئے جاتے۔!"

"کوئی خاص بات!" نیمو نے سوال کیا۔

"مونالیزا کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں! ساجد اور سہراب قتل کا الزام اپنے سر لینے پر تیار نہیں۔ تو پھر فوزیہ کے کزن کو کس نے قتل کیا۔ سامنے کی بات ہے۔ اگر اس قتل میں سہراب اور ساجد کا ہاتھ ہوتا تو وہ اس کے لیے آرٹ گیلری کا انتخاب ہرگز نہ کرتے؟ یقیناً وہ قتل ان کی لاعلمی میں

ہوا تھا۔"

"ہو سکتا ہے وہ جلدی میں لاش وہاں سے ہٹا نہ سکے ہوں!"

"میں کہتا ہوں وہ اُسے کہیں اور گھیرتے کیونکہ وہ تو عرصے سے ان کی ٹوہ میں رہا تھا۔!"

"ہاں یہ نکتہ غور طلب ہے!" صفدر سر ہلا کر بولا۔

دفعتہً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی تھی۔

"کوئی خاص بات۔!" عمران نے پوچھا۔

"فون پر دھمکیاں مل رہی ہیں!"

"کس کی طرف سے!"

"ظاہر ہے اُسی کی طرف سے مل رہی ہوں گی جو یہاں کے فون نمبر سے واقف ہے۔ یعنی وہ جس نے صدیقی کو حبس بیجا میں رکھا تھا۔!"

"کیا کہتا ہے!"

"تمہارا پتا طلب کر رہا ہے۔ کہتا ہے اگر تمہارا پتا نہ بتایا گیا تو ہم دونوں قتل کر دیئے جائیں گے۔"

"تم دونوں کے حق میں یہی بہتر ہوگا۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا!"

"دن بھر لوگ مجھ سے یہی ایک سوال کرتے رہتے ہیں!"

"ہم دونوں ان کی نظروں میں ہیں!"

"تو پھر بتا دو میرا پتہ۔ مگر جو میں اب بتاؤں گا تمہیں!"

"بتا بھی چکو جلدی سے۔!"

"لیکن مجھ سے پیچھا نہیں چھوٹ سکتا تم لوگوں گا... اچھا نوٹ کرو۔!"

عمران اُسے بتانے لگا کہ وہ اس نامعلوم آدمی کو اُس کے کس پتے سے آگاہ کرے گی۔ ریسیور کریڈل پر رکھ کر ان دونوں کی طرف مڑا تو وہ ہمہ تن سوالیہ نشان بنے نظر آئے۔

"وہ لوگ جولیا سے میرا پتا طلب کر رہے ہیں۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ حقیقتہً یہ عمارت ابھی تک ان کی نظر میں نہیں آئی۔" صفدر بولا۔

"اوہ۔! میں سمجھا!" نیمو نے سر ہلا کر کہا۔

"کیا سمجھے آپ!" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"یہی کہ اب آپ اُسی پتے پر پائے جائیں گے۔ میں بھی چلوں۔!"

"جی نہیں۔ آپ یہیں تشریف رکھیے۔ اُدھر جو کوئی بھی ہے۔ اندھیرے کا تیر ہے... میں تنہا ہی دیکھوں گا۔"

* * *

نواب زادہ وارث علی مضطربانہ انداز میں ٹہل رہے تھے۔ چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔ گھنی مونچھیں کسی قدر ڈھلک گئی تھیں۔ اور عام طور پر خونخوار نظر آنے والی آنکھوں میں گہری تشویش کے سائے تھے۔ گویا شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ شمی اپنے کمرے سے انہیں دیکھ رہی تھی اور متحیر تھی۔ پہلے کبھی اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔ سخت گیر طبیعت کے مالک تھے۔ ہو سکتا ہے کبھی متفکر اور مضطرب بھی ہوتے رہے ہوں۔ لیکن کبھی دوسروں پر اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے! لیکن آج وہ شاید یہ بھی بھول گئے تھے کہ حویلی کے ایک ایسے حصے میں اپنی پراگندہ ذہنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں جہاں ملازمین تک کی نظر ان پر پڑ سکتی تھی۔

شلی کو علم تھا کہ وہ کچھ ہی دیر پہلے عمران سے مل کر آئے تھے۔ وہ کھڑکی کے قریب کھڑی انہیں پُرتشویش نظروں سے دیکھتی رہی۔ دل چاہ رہا تھا کہ خود اُن سے اُن کی پریشانی کا سبب معلوم کرے لیکن ہمت نہ پڑی۔ حالانکہ وہ خاص طور پر اُس کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ شاید پورے خاندان میں وہی ایک ایسی تھی جس سے وہ کبھی کبھی ہنس کر بھی بات کر لیا کرتے تھے۔

دفعتاً دونوں کی نظریں چار ہوئیں اور انہوں نے اُسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

وہ مضطربانہ انداز میں کمرے سے نکل کر اُن کی طرف بڑھی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ کیسا آدمی ہے۔" انہوں نے آہستہ سے پوچھا۔

"کون؟ عمران۔!"

"ہاں۔ وہی۔!"

"اچھا ہی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اس کا بایاں بازو زخمی ہے۔.. سہراب سے بھڑ گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اُس لڑکی نے مجھے پستول نہ دکھایا ہوتا تو کتاب تہ خانے سے باہر نہ جا سکتی۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ کیسا آدمی ہے۔!"

"حیرت انگیز ہے دادا حضور... سہراب نے بہت قریب سے اُس پر چھ فائر کئے تھے۔ لیکن ایک بھی گولی اُس کے نہ لگی۔ کیا بتاؤں کہ اس نے کس کس انداز سے خود کو بچایا تھا۔ اُس وقت بالکل بندر لگ رہا تھا۔"

"بیوقوف لڑکی میں پوچھ رہا ہوں کیا وہ ایک بااُصول اور شریف آدمی ہے۔"

"یہ تو میں نہیں جانتی۔!"

وہ طویل سانس لے کر رہ گئے۔ پھر آہستہ سے بولے! "میرا مطلب تھا کیا اُسے رشوت دی جا سکتی ہے!"

"کک۔ کیوں!"

"اُوہ... دراصل۔ خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ کیا وہ تہ خانے میں تمام وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے رہا تھا۔"

"ن... نہیں... میں اُسے اور سہراب کو تہ خانے میں چھوڑ کر اُوپر آ گئی تھی۔!"

"تم نے ایسی غلطی کیوں کی تھی!" وہ آنکھیں نکال کر بولے۔

"اس کا زخم پھٹ گیا تھا۔ بہت خون ضائع ہو رہا تھا۔ اوپر فرسٹ ایڈ بکس لینے آئی تھی تاکہ زخم کی دوبارہ ڈریسنگ کر دی جائے!"

"یعنی وہ اُسی راستے سے تہ خانے میں داخل ہوا تھا جس سے تم داخل ہوئی تھیں!"

"اور کیا۔ پھر کس راستے سے داخل ہوتا۔"

"اُوہ۔ یہ بات میں نے یونہی پوچھ لی۔ ظاہر ہے کہ اُسی راستے سے داخل ہوا ہوگا۔"

شلی کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ آخر دادا جان نے اُس راستے کو گھر والوں سے کیوں چھپائے رکھا ہے جس سے عمران داخل ہوا تھا۔ اور پھر وہ اس سلسلے میں اتنے پریشان کیوں ہیں!

دفعتاً انہوں نے کہا "میرے ساتھ آؤ" اور اوپری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ گئے۔

شلی ان کے پیچھے پیچھے اُوپر آئی۔ لائبریری میں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور اُس سے بھی بیٹھنے کو کہا۔ وہ حیرت سے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔!

"کیا اُس نے تم سے جے وی کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کی تھی۔"

"جے وی کے باغات دیکھنا چاہتا تھا اور اس پر مُتردد تھا کہ اُن میں مقامی آدمیوں کا داخلہ ممنوع ہے!"

"بس اتنی ہی سی بات تھی!"

"جی ہاں۔ میں نے اُس سے کہا بھی تھا کہ اگر وہ باغات کی سیر کرنا ہی چاہتا ہے

تو میں انکل جے وی سے سفارش کر دوں گی۔"

"وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئے پھر بولے: "تو وہ اس پر رضا مند ہو گیا تھا!"

"نہیں پھر بات ہی ختم کر دی تھی۔ آپ سے کیا باتیں ہوئیں۔"

"بس میں نے جواب طلب کیا تھا کہ وہ بغیر اجازت حویلی میں کیوں داخل ہوا"

"دادا حضور... وہ ہماری حفاظت کرنے کے لیے کوٹھی میں داخل ہوا تھا۔"

"بہت کی حفاظت۔ آخر وہ کتاب نکال ہی لے گئی نا۔"

"لیکن اب آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔؟"

"پریشان۔ نہیں تو۔!"

"میں نے پہلے کبھی آپ کو اس حال میں نہیں دیکھا!"

"وہ کوئی بات نہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی انہی لوگوں سے ملا ہوا ہے جنھوں نے یہاں سے کتاب نکلوائی ہے...۔"

"اگر ملا ہوا ہوتا تو سہراب کو اتنی بیدردی سے ہرگز نہ پیٹتا۔ ہتھکڑیاں لگا کر یہاں سے نہ لے جاتا۔!"

"بہر حال وہ آدمی مجھے پسند نہیں آیا!"

"تو پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔!"

"کیا پریشانی پریشانی لگا رکھی ہے!" وہ جھنجھلا گئے۔

"معافی چاہتی ہوں۔" وہ سہم گئی۔

وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولے "مسعود کہتا ہے کہ اُس نے پیرس میں کوئی تاب نہیں خریدی تھی۔ اور یہاں میرے ذخیرے میں مچھلیوں کی افزائش نسل سے علق کسی قسم کا لٹریچر پایا جانا بھی ناممکنات میں سے ہے۔ پھر وہ کیا لے گئی۔"

"کوئی ایسی ہی غیر اہم کتاب ہو سکتی ہے جس کی پرواہ کبھی کسی نے نہیں کی۔ اور تہ خانے کی فضول چیزوں میں ڈال دی گئی تھی۔"

"اُوہ۔ لڑکی۔ تم نہیں سمجھ سکتیں۔!"

وہ پھر حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم نہیں سمجھ سکتیں! یہ تہ خانے میں داخل ہونے کا ریہرسل تھا۔ محض ریہرسل جو چیز وہ چاہتے تھے اُن کے ہاتھ نہیں لگ سکی۔"

"تو گویا... وہ پھر کوشش کریں گے۔!"

"ہاں... یقیناً کریں گے۔؟"

"مجھے تو اب ڈر لگ رہا ہے...!"

"حالانکہ تم بہت دلیر لڑکی ہو...!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔

"لیکن وہ کیا چیز ہے۔!"

"کچھ ایسے کاغذات جو یہاں کے بعض لوگوں کو دشواریوں میں ڈال سکتے ہیں!"

"تو آپ انہیں ضائع کر دیجئے۔"

"ضائع کر دینے پر ہم بھی دشواریوں میں پڑ جائیں گے۔ کیونکہ وہ ہمارے اپنے کاغذات ہیں۔ ہماری بعض ملکیتوں سے متعلق ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا ہوگا۔!"

"میں چاہتا ہوں کہ اُنہیں فوری طور پر یہاں سے ہٹا دوں۔"

"تو ہٹا دیجئے۔!"

"تم جانتی ہو کہ میں بہت عرصے کے بعد جلال آباد سے باہر گیا تھا۔ اسی لیے اُن کی ہمت پڑ سکی کہ حویلی میں داخل ہوں۔ بہر حال جلال آباد سے باہر جانا میرے معمولات کے خلاف ٹھہرا۔"

"جی ہاں۔ ظاہر ہے...!"

"اس لیے میں انہیں لے کر جلال آباد کی حدود سے باہر نہیں جا سکتا! وہ مجھے راستے میں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔! لیکن میں فی الحال انہیں یہاں سے ہٹا دینا

دینا چاہتا ہوں۔ دشواری یہ ہے کہ کسی اور پر اعتماد بھی نہیں کر سکتا۔ ورنہ کوئی بات نہ تھی۔“

”یہاں سے ہٹا کر کہاں لے جانا چاہتے ہیں!“

”اگر انہیں نصرت آباد والی حویلی کے نگراں تک پہنچا دیا جائے تو وہ محفوظ ہو جائیں گے۔!“

”آپ کو اس پر اعتماد ہے!“

”اُتنا ہی جتنا تم پر کر سکتا ہوں۔۔۔!“

”میں پہنچا دوں۔!“

”اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ تمہیں کاریں دوڑانے کا خبط ہے۔ کبھی کبھی جلال آباد سے باہر بھی نکل جاتی ہو۔ کسی شبہ بھی نہ ہوگا۔ اور تمہارا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔“

”میں تیار ہوں دادا حضور۔۔۔“

”کاغذات ایک مقفل سوٹ کیس میں ہیں۔ اور قفل کو بھی سیل کر دیا گیا ہے ہو سکتا ہے تمہیں سوٹ کیس کا وزن زیادہ معلوم ہو کیونکہ اس میں صرف کاغذات ہی نہیں ہیں!“

”مجھے اس سے سروکار نہیں کہ اس میں کیا ہے! اُسے بحفاظت نصرت آباد پہنچا دوں گی!“

”ڈرو گی تو نہیں۔۔۔!“

”میں ڈرونگی۔۔۔“ وہ ہنس کر بولی۔ ”آپ نے مجھے ڈرائیو کرتے نہیں دیکھا۔ اگر کسی نے تعاقب کرنے کی کوشش کی تو اپنی موت ہی کو آواز دے گا۔۔۔“

”اچھا۔!“ وہ حیرت سے بولے۔

”ایسی سائیڈ ماروں گی کہ گاڑی ہی الٹ جائے۔

”بہت محتاط رہنا۔“

”آپ فکر نہ کیجئے! آپ کا کام ہو جائے گا۔۔۔ ہاں تو پھر مجھے کب روانہ ہونا ہے!“

”بس اب چلی ہی جاؤ کہ شام تک واپسی ہو جائے۔!“

”پستول بھی رکھ لوں۔!“

”اُف فوہ! تم کیا سمجھتی ہو کہ باقاعدہ مورچہ بندی ہوگی!“

”کیوں نہ سوچوں! جب کہ وہ پہلے بھی یہی کچھ کر چکے ہیں!“

”اگر میں نکلوں یہاں سے باہر جانے کے لیے تو شاید یہی ہو۔ لیکن وہ تمہاری طرف توجہ نہیں دیں گے۔“

”احتیاطاً میں پستول ضرور رکھوں گی!“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اب تیاری کرو۔ میں ابھی سوٹ کیس تمہارے حوالے کر دوں گا۔“

دفعتہً شلی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر دروازے کی طرف مڑی۔ دروازہ بند تھا۔ تیزی سے پنجوں کے بل چلتی ہوئی۔ اس جانب بڑھی اور ایکدم دروازہ کھول دیا۔ وہ جو دروازے سے کان لگائے باہر کھڑا تھا۔ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم اندر چلا آیا۔ ساتھ ہی شلی نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں جوڑ کر اس کے شانے پر بھرپور وار کیا۔ منہ کے بل فرش پر گرا تھا۔

یہ کوئی اجنبی نہیں بلکہ گھر ہی کا ایک ملازم تھا۔ بڑے میاں کبھی حیرت سے شلی کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی ملازم کی طرف! آخر بھرائی ہوئی آواز میں بولے ”او نمکحرام مجھے نہیں معلوم تھا کہ آستین میں سانپ پال رہا ہوں۔“

وہ جس طرح گرا تھا اسی طرح پڑا رہا۔ غالباً بے ہوش ہو جانے کی اداکاری شروع کر دی تھی۔

اس طرح گھر کی باتیں باہر جاتی رہی ہیں!“ شلی غرائی۔

"میں اسے زندہ دفن کر دوں گا!"

"نہیں پہلے یہ معلوم کیجئے گا کہ کس کا جاسوس ہے!"

"وہ میں معلوم کروں گا۔ تم اب تاخیر سے کام نہ لو۔ فوراً تیاری کرو۔ اس کی فکر نہ کرو۔ لیکن میں تمہاری اس صلاحیت سے واقف نہ تھا۔"

"ارے۔ وہ تو یونہی ۔۔۔!" شلی کسی قدر جھینپ کر بولی اور باہر نکل چلی آئی۔۔ نیچے پہنچ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی ۔۔۔ کال ریسیو کرتے ہی کھل اٹھی تھی، کیونکہ دوسری طرف سے عمران بول رہا تھا۔

تم آخر اس طرح غائب کیوں ہو گئے" شلی نے پوچھا۔

"اس مسئلے پر پھر کبھی بات ہو گی ۔۔۔!"

اچانک تیسری آواز آئی "شلی تم ریسیور رکھ دو ۔۔۔ میں بات کروں گا ۔۔۔!"

"جی بہت بہتر۔!" اُس نے دادا حضور کی بات پہچان لی۔ غالباً انھوں نے لائبریری والے فون کا ریسیور اُٹھایا تھا۔

"سام علیکم۔" شلی نے عمران کی آواز سنی اور ریسیور رکھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ عمران کہہ رہا تھا "بہت اچھا ہوا کہ براہ راست آپ سے گفتگو کا موقع مل گیا۔ عرض ہے کہ اب آپ ادھر تشریف نہ لائیے گا۔ کیونکہ میں فوری طور پر یہ عمارت چھوڑ رہا ہوں۔ اب جہاں بھی قیام ہو گا وہیں سے بوقت ضرورت فون پر رابطہ قائم کروں گا ۔۔۔!"

"کیوں؟ کیا ضرورت ہے رابطہ قائم کرنے کی!" اس نے دادا جان کی غراہٹ سنی!

"آپ کو نہ ہو گی ضرورت ۔۔۔ میں تو ابھی تک ضرورت مند ہوں!"

"دیکھو اگر تم نے میرا پیچھا نہ چھوڑا تو میں اس معاملے کو آگے بڑھا دوں گا۔"

"ساتھ ہی مجھے بھی آگے بڑھا دیجئے گا ۔۔۔ کیونکہ پھر میں پیچھے رہ کر کیا کروں گا۔"

"میں نہیں جانتا تم کون ہو ۔۔۔!"

"لیکن میں تو آپ کو جانتا ہوں ۔۔۔ دیکھئے نواب صاحب آپ معاملے کو سنگین

کو سمجھتے ہوئے بھی تعاون نہیں کر رہے ہیں!"

"کیسا تعاون ۔۔۔ وہ میری کتاب لے گئی ہے ۔۔۔ تمہاری موجودگی میں میری پوتی نے وہ کتاب اُسے تحفۃً دی تھی۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں میں نے اس کے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی۔ پھر تم کون ہوتے ہو دخل اندازی کرنے والے!"

"قصّہ کتاب کا نہیں مونا لیزا کا ہے۔! اور ایک قتل بھی ۔۔۔۔!"

"بند کرو بکواس۔!" کہہ کر شاید انھوں نے نہایت غصے کے عالم میں ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ شلی نے بھی بوکھلا کر ریسیور رکھ دیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی، وہ تو سمجھی تھی کہ اب دادا جان عمران کو اطلاع دیں گے کہ انھوں نے کس طرح ایک گھر کے بھیدی کو پکڑا ہے۔ لیکن وہاں تو اس کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا۔ حد یہ ہے کہ کتاب والے معاملے میں بھی اُس سے تعاون کرنے پر تیار نہیں تھے! عقل چکرا کر رہ گئی۔ آخر معاملہ کیا ہے! انہوں نے عمران کو اصل بات سے آگاہ کیوں نہیں کیا۔ آخر وہ کیسے کاغذات ہیں جن کے سلسلے میں قانون کے محافظوں سے بھی رازداری برتی جا رہی ہے۔ آخر اس نے اپنے باپ ڈپٹی سیکرٹری مسعود کا رویہ بھی دیکھا تھا۔ وہ عمران کے آگے کچھ دبے دبے سے نظر آتے تھے۔ اور انداز میں احترام بھی پایا جاتا تھا جیسے وہ ان کے رینک سے بھی اونچا کوئی آفیسر ہو۔ الجھن بڑھ گئی۔ دل چاہا اوپر جا کر دادا جان سے براہ راست معلوم کرے کہ ان کے اس رویئے کا کیا سبب ہے۔ لیکن پھر یاد آیا کہ وہ اسے ریسیور رکھ دینے کا حکم دے چکے تھے۔ لہٰذا اب اس بات کو آگے بڑھانے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ کس منہ سے اُن پر ظاہر کرتی کہ ان کی گفتگو سُن چکی ہے۔ عجیب سے ذہنی انتشار کے عالم میں باہر جانے کی تیاری کرنے لگی۔

* * *

وہ عمارت شہر کے ایک بھرے پُرے حصّے میں واقع تھی جس کے ایک فلیٹ کا پتا جولیا کے توسط سے اُن نامعلوم افراد تک پہنچا تھا۔ اور اب عمران کسی قسم کے میک اَپ کے بغیر ہی اسی فلیٹ میں مقیم تھا۔ اور یہاں آئے ہوئے قریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے لیکن ابھی تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ فلیٹوں میں زیادہ تر تعلیم یافتہ اور شائستہ لوگ رہتے تھے۔ اس لیے عمارت کے کسی حصّے سے شور و غل کی آوازیں بھی نہیں آتی تھیں۔ عمران کا فلیٹ تیسری منزل پر تھا۔ ساڑھے چار بجے کے قریب وہ گراؤنڈ فلور پر آیا۔ چائے کی طلب محسوس کر رہا تھا۔ اس کی یہ ضرورت اسی عمارت کے ایک حصّے میں پوری ہو سکتی کیونکہ گراؤنڈ فلور پر ایک اعلیٰ درجے کا کیفے بھی تھا۔

دروازے کے قریب ہی کی ایک میز منتخب کر کے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ویٹر چائے لے آیا تھا۔

"کیا یہاں سے فلیٹوں میں بھی سروس ہو سکتی ہے؟" عمران نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! ہمارے کئی مستقل گاہک بھی ہیں!"

"مجھے بھی گاہک بننے کے لیے کیا کرنا پڑے گا۔!"

"ڈیڑھ سو روپے زرِ ضمانت کے طور پر جمع کرا دیجیے۔ حساب کھل جائے گا!"

"اچھا... اچھا...!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"آپ گھر ہی کا سا آرام محسوس کریں گے جناب۔ سو روپے تک کا حساب بن جانے پر ادائیگی کرنی ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"اپنے کھانے اور ناشتے کے اوقات رجسٹر میں درج کروا دیجیے گا۔!"

"ٹھیک ہے! میں منیجر سے بات کروں گا!"

ویٹر چلا گیا۔ عمران نے چائے انڈیلی ہی تھی کہ ایک ایسے آدمی پر نظر پڑی جو

اُسے مسلسل گھورے جا رہا تھا۔ جھرّیوں بھرے چہرے پر بےحد روشن آنکھیں کچھ عجیب سی لگ رہی تھیں۔ رنگت سے یوریشین معلوم ہوتا تھا... اچانک وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر عمران ہی کی میز پر آ گیا اور اجازت لیے بغیر سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا "مقامی ہو!"

"نن... نہیں... مسافر ہوں!" عمران نے بدحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"موڈل بننا پسند کرو گے..!"

"کک... کیسا موڈل...!"

"میں مصوّر ہوں... تمہارا پورٹریٹ بناؤں گا...!"

"مم... میرا..."

"ہاں ہاں...!"

"کیا خاص بات ہے مجھ میں...!"

"صورت ہی سے اوّل درجے کے بیوقوف نظر آتے ہو... اتنا غمّاز چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔!"

"یہ کیا بدتمیزی ہے مسٹر... نہ جان نہ پہچان.. بے تکلف ہونے کی کوشش ت کرو!"

"تم میرے لیے اجنبی تو نہیں ہو!" وہ مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "میں تمہیں نہیں جانتا!"

"تم بھی مجھے جانتے ہو۔"

"اس سے بڑا جھوٹ میں آج تک نہیں سنا!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"اس سے بڑی سچائی روئے زمین پر ممکن نہیں۔ کیونکہ ہم دونوں ہی آدم کے ٹے ہیں...!"

"او... ہاہاہا۔" عمران منہ پھاڑ کر ہنسا! "تو تم فلسفہ بول رہے ہو!"

"فلسفہ عقل گدے کو کہتے ہیں۔ میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا تو پھر۔!"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم آدمی ہیں۔ ہمیں کتوں کی طرح ایک دوسرے پر بھونکنا نہ چاہیے!"

"میں بھونک رہا ہوں!" عمران بگڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو! میرا مطلب تھا ہمیں آدمیوں کی طرح رہنا چاہیے!"

عمران بیٹھ گیا اور برا سا منہ بنا کر بولا "آخر میری کس حرکت کی بنا پر تم مجھے نصیحتیں کرنے بیٹھ گئے ہو۔!"

"آدمی کو آدمی سے بھڑکنا نہ چاہیے! میں ایک مصور ہوں! عرصے سے مجھے ایک چہرے کی تلاش تھی...!"

"اچھا تو پھر...!"

"تم...! بے حد نادر و نایاب چہرے کے مالک ہو...!"

"اچھا۔!" عمران بے حد خوش نظر آنے لگا۔

"میں اپنے کلچر کے روایتی کردار پینٹ کر رہا ہوں...!"

"روایتی کردار کا کیا مطلب!" عمران نے سوال کیا۔

"میری خواہش تھی کہ شیخ چلی پینٹ کروں... تمہارا چہرہ اس کے لیے بے حد موزوں رہے گا۔ میں تمہیں زندۂ جاوید بنا دوں گا۔!"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔!" عمران میز پر گھونسہ مار کر بولا۔

"اس میں غصے کی کیا بات ہے؟"

"میں تمہیں شیخ چلی لگتا ہوں۔!" عمران نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"خواہ مخواہ... بات نہ بڑھاؤ... یہ رہا میرا کارڈ... دوستوں سے مشورہ کرو۔

اضی ہو جاؤ تو اس کارڈ سمیت میرے پاس آجانا۔ معاوضہ چاہو گے تو معقول عاوضہ بھی دے سکوں گا۔!"

عمران اس کا کارڈ لے کر پڑھنے لگا... پھر انگلی اٹھا کر ہکلایا "تت... تم ..وہی جے وی... تت تو نہیں ہو۔ جس کے باغات کی بڑی شہرت ہے!"

"تم نے ٹھیک پہچانا...!"

"تو تم ہی جے وی ہو...!"

"ہاں۔ ہاں... میں ہی ہوں!..."

"تب تو میں تمہارے لیے کچھ بھی نہ کر سکوں گا!" عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیوں؟ کوئی خاص بات!" جے وی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا!

"تم دیسی آدمیوں سے نفرت کرتے ہو۔ تم نے ان کا داخلہ اپنے باغات میں ممنوع ردے رکھا ہے!"

"مجبوری ہے...!" وہ مغموم لہجے میں بولا۔

"کیسی مجبوری...!"

یہاں کے شرفاء نے میری نرسری پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا تھا بڑے نادر و نایاب پودے چرائے گئے...!"

"تب تو ٹھیک ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔

اس کے لیے دیسی اور بدیسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ میں بھی یہیں کی ے اٹھا ہوں۔ میرا باپ یہیں کا باشندہ تھا۔!"

مجھے تمہارے باغات کی سیر کی خواہش تھی۔ اگر تم میری یہ خواہش پوری کر دو یں بھی تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔"

منظور!" وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ دونوں نے گرمجوشی سے افحہ کیا۔ پھر جے وی نے پوچھا "کہاں سے آئے ہو اور کہاں رہتے ہو؟"

"دارالحکومت سے آیا ہوں اور اسی عمارت کی تیسری منزل پر رہتا ہوں!"

"پیشہ کیا ہے؟"

"بزنس! ترکاریوں کا ایکسپورٹ!"

"تو پھر تم میرے لیے وقت کب نکال سکو گے۔"

"وقت ہی وقت ہے میرے پاس۔ کیونکہ پیاز کے ویگن لوڈ ہو کر روانہ بھی ہو چکے ہیں۔ تین چار دن یہاں اور قیام رہے گا۔"

"یہ تین چار دن میرے ساتھ کیوں نہیں گذارتے۔ میرے باغات میں ہر قسم کی تفریح کے سامان موجود ہیں۔!"

"بہت بہت شکریہ میں تیار ہوں....!"

"بس تو پھر اُٹھ ہی جاؤ۔ اپنے ساتھ ہی کیوں نہ لے چلوں۔!"

"تو پھر میں لے آؤں اپنا سوٹ کیس....!"

"ضرور.... ضرور۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے.... جاؤ.... جاؤ.... چائے کا بل میں ادا کر دوں گا۔"

"نہیں جناب! یہ نہیں ہو سکتا!"

"جلدی کرو۔ واپس آ کر ادا کر دینا۔!"

عمران نے تیسری منزل پر پہنچ کر اپنے فلیٹ کا دروازہ کھولا۔ چند لمحے خاموش کھڑا کچھ سوچتا رہا.... پھر آگے بڑھ کر سوٹ کیس اُٹھایا جو سامنے ہی میز پر رکھا ہوا تھا۔ اُسے کھول کر ایک چھوٹا سا واٹر ریکارڈر نکالا اور اس کا ریکارڈنگ سوئچ دبا کر آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ "جے وی خود ہی مجھ سے ملا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میرا چہرہ شیخ چلی پینٹ کرنے کے لیے بہت موزوں ہے۔ لہٰذا میں نے اس کا موڈل بننا منظور کر لیا ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لیے جا رہا ہے۔ غالباً قیام فارمز والی عمارت میں ہو گا۔ ویسے اس کی آسیب زدہ پرانی حویلی کو بھی نظر میں رکھا جائے۔

واٹر ریکارڈر کو باتھ روم میں واش بیسن کے نیچے ایک خلا میں رکھ کر پھر کمرے میں واپس آیا اور سوٹ کیس اُٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جے وی کیفے میں اس کا منتظر تھا۔ لہک کر اُٹھتا ہوا بولا۔ "میں نے بل کی ادائیگی کر دی۔ اِس وقت سے تم جلال آباد میں میرے مہمان ہو۔"

"اگر مہمان سمجھتے ہو تو خیر کوئی بات نہیں!"

"میری میزبانی تمہیں زندگی بھر یاد رہے گی۔!" جے وی نے کہا اور اُسے ایک رولز رائیس گاڑی کے قریب لایا۔ ڈرائیور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ جے وی نے عمران کا سوٹ کیس ڈرائیور کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اس کو ڈکی میں رکھ دو۔"

کچھ دیر بعد گاڑی تیزی سے کرناک کی طرف اُڑی جا رہی تھی اور جے وی عمران سے کہہ رہا تھا۔ "میں نے کئی رومانی کردار پینٹ کیے ہیں تم دیکھ کر خوش ہو جاؤ گے....!"

"مصوری میری سمجھ میں نہیں آتی۔!" عمران نے اکتاہٹ ظاہر کرتے ہوئے کہا "ابھی پچھلے دنوں شہر میں مصوری کا ہی کا کچھ پھیلا ہوتا رہا تھا۔ وہ کیا تھی چیزا لیزال کی نواسی.... ٹاؤن ہال میں ڈھول دھپہ ہو گیا تھا۔"

"وہ سب فراڈ تھا۔"

"کیا معاملہ تھا۔ مجھے ٹھیک سے کچھ معلوم ہی نہ ہو سکا۔"

"کچھ دھوکے باز لوگوں نے پبلک کو ٹھگنے کی کوشش کی تھی۔ کوئی خاص بات نہیں میں پیشہ ور مصور نہیں ہوں۔ بس شوق ہے اپنی کوئی پینٹنگ آج تک فروخت نہیں کی۔"

"تب تو تم سچ مچ بڑے آرٹسٹ معلوم ہوتے ہو۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔

اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور چہرہ بھی کسی قدر مُتورّم نظر آ رہا تھا۔ آرام کرسی پر نیم دراز ویران ویران آنکھوں سے خلا میں گھورے جا رہی تھی۔ دفعتاً کسی کی آہٹ پر چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔ مڑ کر دیکھا۔ جے وی دروازے میں کھڑا مُسکرا رہا تھا۔ وہ کرسی سے اُٹھ گئی اور اُسے خونخوار نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی: ”تمہیں اس کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔!“

”بڑی کینہ توز ہو۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم اس واقعہ کو بھول گئی ہو گی!“

”تم کوئی خبیث روح ہو!“ وہ دانت پیس کر بولی: ”میں اُسے بھول سکوں گی کبھی... درندے۔!“

”میں تمہیں زندہ جاوید بنا دوں گا روتھی ڈارلنگ! بہتیرے آرٹسٹوں نے زخمی افراد کی تصویریں بنائی ہوں گی لیکن میرا دعویٰ ہے کہ سر کے زخم کی تکلیف کا تاثر آنکھوں میں نہ دے سکے ہوں گے... میں یہ تاثر دوں گا۔ ذرا تمہارے دائیں گال کا ورم اُتر جائے پھر دیکھنا۔!“

”خدایا... میں کس دیوانے کے ہتھے چڑھ گئی ہوں۔“

”اوہ سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارا دشمن تو نہیں ہوں۔ تمہاری لازوال تصویر بنانے کے لیے میں نے تمہارے ساتھ یہ زیادتی کی تھی۔ آنکھوں میں سر کے زخم کی تکلیف کا تاثر پینٹ کرنے کے لیے۔!“

”تم جھوٹے ہو... ! میں ایک اذیت پسند آدمی کے ہتھے چڑھ گئی ہوں۔ جب تم مجھے مار رہے تھے میں نے تمہاری سسکاریاں بھی سُنی تھیں۔ تم اُس سے لذت اندوز ہو رہے تھے۔“

”مجھے تو یاد نہیں۔ میں تو اس وقت بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اب ایک لافانی شاہکار تخلیق کر سکوں گا۔“

”تمہارے دماغ میں فتور ہے۔ اتنی دشواریوں سے حاصل ہونے والی کتاب نذرِ آتش کر دی۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو... یہ میں جانتا ہوں کہ میں نے کیا کیا ہے۔ اچھا آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں اُس آدمی سے ملاؤں جس نے تہ خانے میں تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔“

”میں اُس سے مل کر کیا کروں گی۔“

”فکر مت کرو۔ اب وہ تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔!“

”مجھے اس کی فکر نہیں۔ میں کیوں ملوں اُس سے!“

”تمہیں اُسے دیکھ کر تصدیق کرنی ہے کہ وہی آدمی تھا یا نہیں۔“

”پہلے مجھے یہ بتاؤ۔ کیا میں تمہاری قیدی ہوں۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہو۔ قیدی کیوں ہونے لگیں۔!“

”تو پھر اب میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے جانے دو۔“

”اور یہ جو اتنی محنت میں نے تم پر کی ہے اُسے ضائع ہو جانے دوں۔“ جے وی نے حیرت سے کہا۔

”محنت... ! کیسی محنت... ! میرا سر پھاڑ دینے کو محنت کہہ رہے ہو۔!“

”کیوں نہیں۔ میں اُسے اپنی فنی کدوکاوش کا ابتدائی مرحلہ کہتا ہوں۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔!“

”یا خدا! مجھے اس دیوانے سے نجات دلا۔“ وہ چھت کی طرف دیکھ کر بولی۔

”مجھ سے نجات چاہتی ہو۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”ہاں۔ میں اب تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ تم سوئٹزرلینڈ میں ملے تھے

تو میں تمہیں ایک روحانیت پسند اور اعلیٰ کردار کا آدمی سمجھتی تھی۔ تمہارے اس رجحان کا علم ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتی!“

”یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ اور میں تمہیں ایک اختیار کر دیتا ہوں جب دل چاہے میرا سر پھاڑ دو۔ چلو... تصدیق کر دو کہ وہ آدمی وہی ہے جو تہ خانے میں سہراب سے اُلجھا تھا۔“

روشی بادل ناخواستہ اُس کے ساتھ چل پڑی۔ ایک جگہ رک کر جے وی نے اس سے کہا ”اگر وہی ہو تو بس تم ایک بار اپنے سر کو اثباتی جنبش دینا۔“

”اچھا!“ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”لیکن وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ کیا اُسے شبہ ہو گیا ہے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں خود ہی اُسے لایا ہوں!“

”تم کیوں لائے ہو۔!“

”اُس کی تصویر بناؤں گا۔“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میرا اُس کا سامنا کرانے جا رہے ہو اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو۔“

”تو کیا ہوگا۔ وہ یہاں سے نکل کر جا نہیں سکتا! ساری زندگی یہیں اُلجھائے رکھوں گا۔!“

”اب تمہاری زندگی ہی کتنی رہی ہے!“ روشی کو ہنسی آ گئی۔

”چلو۔!“ وہ اُسے آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

”بالآخر وہ اُس کمرے میں پہنچے جہاں عمران سر کے بل کھڑا نظر آیا۔ دونوں دروازے کے قریب رک گئے۔ عمران کا منہ دوسری طرف تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے اُن کی آہٹ بھی نہ سنی ہو۔

”یہ کیا ہو رہا ہے!“ جے وی تھوڑی دیر بعد بولا۔

”دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ چپ چاپ کسی جگہ بیٹھ جاؤ۔“ عمران نے اسی عالم میں کہا ”اور اس وقت میری شکل دیکھنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔“

”کیوں...؟“

”بحث کی ضرورت نہیں چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔!“

جے وی نے روشی کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی۔ اور کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور پھر دونوں اُدھر ہی جا کر بیٹھ گئے۔

”تھوڑی دیر بعد عمران سیدھا ہو کر بولا ”میں غور و فکر کر رہا تھا!“

اِدھر روشی نے سر کو اثباتی جنبش دے کر تصدیق کر دی کہ جے وی کا خیال صحیح ہے۔

تہ خانے والے معاملات میں اسی شخص نے مداخلت کی تھی۔

”غور و فکر کرنے کا یہ طریقہ میرے لیے بالکل نیا ہے!“ جے وی نے کہا۔

”تمہارے لیے نیا ہوگا لیکن چنگیز کی نسل کے لیے نیا نہیں ہے!“

”اوہو۔ تو تم چنگیز کی نسل سے تعلق رکھتے ہو۔!“

”کیا تمہیں اس میں شبہ ہے۔!“

”میں نے یہ تو نہیں کہا...“

”کیا یہ کسی اونچی جگہ سے گر پڑی تھیں۔!“ عمران نے روشی کے سر پر بندھی ہوئی پٹی کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”نہیں! میں نے اس کا سر دیوار سے لڑا دیا تھا!...“

”ارے۔!“ عمران اُچھل پڑا، پھر بولا! ”کیا قصور ہوا تھا بیچاری سے اتنی بھولی بھالی تو لگتی ہے۔!“

”ضرورتاً ایسا کیا تھا!“

”خدا کی پناہ تم نے ضرورتاً دیوار سے سر لڑا دیا تھا!“

"ہاں میں اس کی آنکھوں میں درد کا ٹریٹمنٹ کرنا چاہتا تھا!"

"یار کہیں تم مصوروں کے شیخ چلی تو نہیں ہو۔!"

جے ڈی اُسے گھور کر رہ گیا گفتگو اردو میں ہو رہی تھی۔ جے ڈی خاصی صاف ستھری اُردو بولتا تھا! بہرحال روتھی اس گفتگو کے موضوع سے آگاہ نہ ہو سکی، خاموش بیٹھی کبھی عمران کی شکل دیکھتی تھی اور کبھی جے ڈی کی۔

"تم انگریز تو نہیں معلوم ہوتیں!" دفعتہً عمران نے روتھی کو انگلش میں مخاطب کیا۔ اور وہ جواب دینے کی بجائے جے ڈی کی طرف دیکھنے لگی۔

"تکلف کی ضرورت نہیں!" جے ڈی بولا! "یہ میرا ایک موڈل علی عمران ہے اس کے سوال کا جواب ضرور دو۔"

"میں سوئس ہوں۔" روتھی عمران کی طرف دیکھ بولی۔

"ہائے سوئٹزرلینڈ کا کیا کہنا۔ اکثر اس کے خواب دیکھتا ہوں۔ لیکن ابھی تک وہاں پہنچ نہیں سکا!"

"میں پہنچا دوں گا!" جے ڈی مسکرا کر بولا۔

"بس تو پھر پہنچا ہی دو! واپسی پر تمہارا شیخ چلی پینٹ کرا دوں گا"

"کیا تم مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو مسٹر علی عمران کہ میں تمہیں شیخ چلی بنانے کے لیے یہاں لایا ہوں"

"جو تم نے بتایا ہے وہی تو سمجھوں گا۔ یہاں لاکر جو کچھ بتانا چاہتے ہو وہ بھی بتا دو، میں بالکل تیار ہوں۔"

"تم نے میرے دوست سُہراب کی تصویروں کی نمائش نہیں ہونے دی۔ آخر کیوں... ؟"

"اچھا تو یہ بات ہے...!"

"ہاں یہی بات ہے۔ اور اسے بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میری مرضی کے بغیر تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے!"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہیں اس سے کیا سروکار۔!"

"سروکار نہ ہوتا تو دخل اندازی کیوں کرتا۔"

"اچھا تو کرو دخل اندازی...!"

"وزارت خارجہ سے تمہارا کیا تعلق ہے۔!"

"وزارت خارجہ کے ڈپٹی سیکریٹری کی بیٹی شلی مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔!" عمران نے کہا اور شرما کر سر جھکا لیا۔

"یعنی تم باقاعدہ طور پر وزارت خارجہ کے کوئی اہلکار نہیں ہو۔!"

"نوکری تو میں اپنے باپ کی بھی پسند نہیں کرتا!"

"لیکن میری معلومات کے مطابق تم بلیک میلر بھی ہو اور پولیس انفارمر بھی"

"میں تمہاری معلومات کو چیلنج نہیں کر سکتا! ویسے اگر سہراب تمہارا دوست ہے تو وہ تصویریں تمہاری بنائی ہوئی ہوں گی کیونکہ سہراب آرٹسٹ نہیں ہے!"

"غیر ضروری ریمارک ہے!"

"پھر کیا سُننا چاہتے ہو مجھ سے؟"

"تم محض شلی کی وجہ سے اس معاملے میں ٹانگ اڑا بیٹھے تھے؟" جے ڈی نے سوال کیا۔

"یہی سمجھ لو۔!" عمران سر ہلا کر بولا "جب یہ دیکھا کہ سہراب جیسا بدنام آدمی شلی میں دلچسپی لے رہا ہے تو مجھے متوجہ ہونا ہی پڑا۔"

"وزارت خارجہ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... میں تو پیاز کا ایکسپورٹر ہوں۔ جب بھی اِدھر سودا کرنے آتا ہوں تو اس طرف کے بھی چکر ہو جاتے ہیں۔ اس بار یہ چکر ہو گیا"

"پھر سر سلطان یہاں کیوں آئے تھے۔!"

"پتا نہیں۔ مجھ سے تو ملاقات نہیں ہوئی ویسے اُن سے بھی جان پہچان تو ہے ہی... میرے ڈیڈی کے دوست ہیں!"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن وہ دونوں کون ہیں۔"

"کن دونوں کی بات کر رہے ہو۔"

"وہ یورپین عورت اور وہ آدمی جس نے مونا لیزا کا تعاقب کیا تھا!"

"وہ میرے پارٹنرز ہیں۔"

"پیاز کی بزنس کے۔!"

"بظاہر پیاز میں بھی ملوث ہیں۔ کھُلا ہوا دھندا تو پیاز ہی کا ہے!"

"سہراب کہاں ہے۔!"

"میں نہیں جانتا! تہ خانے کے بعد کا حال مجھے نہیں معلوم۔ میں نے اُسے وہیں باندھ کر ڈال دیا تھا۔ اُسے پولیس لے گئی ہوگی۔ مجھے یقین ہے!"

"اور ساجد جمالی۔!"

"وہ میرے ہاتھوں مارا گیا۔ مجھے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"لیکن اُس کی لاش..."

"اس سے پہلے نہیں ملے گی جب تک کہ کسی مین ہول سے گٹر کا پانی نہ اُبلنے لگے۔"

"تو گویا دو قتل تمہارے کھاتے میں لکھ دیئے جائیں۔!"

"دوسرا کون سا!" عمران نے سوال کیا۔

"ہوٹل آرٹ سرکل والا۔ روم سروس کا ویٹر تمہیں بخوبی شناخت کر سکتا ہے کسی وقت بھی پولیس کے ہتھے چڑھ سکتے ہو۔! مجھے اسی پر حیرت ہے کہ تم علی الاعلان یہاں گھومتے پھر رہے ہو۔!"

"پولیس اُس ویٹر کو ساتھ لیے نہیں پھر رہی کہ دھر لیا جاؤں گا۔"

"بہت دلیر ہو... ! لیکن صورت سے شیخ چلی ہی لگتے ہو...!"

"کیا فرق پڑتا ہے!" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی!

"تم تہ خانے میں کس طرح داخل ہوئے تھے!"

"جس طرح سب داخل ہوئے تھے!"

"تم جھوٹ بول رہے ہو!"

"اسے جھوٹ سمجھنے کی وجہ جاننا چاہوں گا کیونکہ تم وہاں موجود نہیں تھے۔"

"وہاں تمہاری موجودگی پر شیلی نے اظہار حیرت کیا تھا! اور تم نے اُسے بتایا تھا کہ تم اُس راستے سے تہ خانے میں داخل ہوئے تھے جس کا علم اُس کے دادا کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔!"

"وہ تو میں نے یونہی ہوائی چھوڑی تھی اور شاید اس وقت وہاں سبھی انگلش میں گفتگو کر رہے تھے اسی لیے یہ بات تم تک پہنچ گئی۔"

"کیا مطلب ؟..."

"اب کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مونا لیزا کی وہ فواسی تمہاری ہی بھیجی ہوئی تھی! اور وہ کتاب تمہارے ہی پاس پہنچی ہے۔"

"اتنے یقین کے ساتھ یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے!"

"تہ خانے کے واقعات تم تک اُسی کے توسط سے پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔"

"اس مرحلے پر میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔!"

"میں بھی ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔"

"ضرور۔ ضرور۔!"

"کتاب تمہارے ہاتھ لگ چکی ہے۔ پھر اب یہ لایعنی تگ و دو کیوں؟ اس طرح تو تم خواہ مخواہ پولیس کی نظروں میں آ جاؤ گے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ سہراب

مونا لیزا کی نواسی کا پتا نہیں بتا سکا!”

جے ڈی کچھ نہ بولا لیکن وہ عمران کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا! انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ بات آگے بڑھائے یا اسی جگہ ختم کر دے۔

عمران نے روتھی کی طرف دیکھ کر پوچھا! “کیا تمہاری تصویر بن چکی ہے۔!”

اس نے سر کو منفی جنبش دی۔ کچھ بولی نہیں۔

“جلدی سے بنا ڈالو تصویر!” اس نے جے ڈی سے کہا “ورنہ دوبارہ سر پھاڑنا پڑے گا۔”

“کیا تم میرا مضحکہ اُڑانے کی کوشش کر رہے ہو!” جے ڈی نے غضبناک ہو کر پوچھا۔

“سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ نہایت سنجیدگی سے مشورہ دینے کی کوشش کی تھی۔ درد کا تاثر آنکھوں سے آہستہ آہستہ مٹ رہا ہے۔”

“یہ میرا مسئلہ ہے۔!”

“میرا بھی ہو گیا ہے؟”

“کیا مطلب۔!”

“جس بیچاری نے تمہارے لیے اتنی مشقت کی اُسی کا سر پھاڑ دیا!”

“میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو!”

“کیا مونا لیزا کی نواسی کا رول اسی نے نہیں ادا کیا تھا؟”

“یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو!”

“اُس کی ایک عادت کی بنا پر۔ مونا لیزا کی نواسی کے رول میں یہ اپنی اُس عادت پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ ہر چند کہ آواز کی بناوٹ کو بدستور برقرار رکھا تھا۔”

اور پھر اُس عادت کی تفصیل سننے کے بعد یک بیک جے ڈی بپھر کر بولا! “اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔”

“کیوں! کیا پہلے زندہ چھوڑ دینے کا ارادہ تھا... اگر تھا تو کیوں؟” عمران نے

مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں پوچھا!

“تم جاؤ!” جے ڈی روتھی کی طرف ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ چپ چاپ اُٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔ عمران جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا اور چہرے پر چھائی ہوئی حماقت پہلے سے بھی زیادہ گہری ہو گئی تھی جے ڈی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے گھورے جا رہا تھا۔

“تم یہی چاہتے تھے نا کہ تمہارا کام بن جائے اور الزام جائے سہراب کے سر!” عمران نے جے ڈی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

“کون سا کام؟”

“یہی کتاب کا حصول! سہراب پولیس کو کسی طرح یقین نہیں دلا سکے گا کہ وہ وٹیبا کا پتا نہیں جانتا!”

“سہراب پولیس کے قبضے میں نہیں ہے!”

“پھر تو بات ہی ختم ہو گئی۔ عیش کرو۔!”

“تم بتاؤ گے کہ سہراب کہاں ہے!”

“اگر پولیس کے قبضے میں نہیں ہے تو تہ خانے ہی میں ہو گا!”

“تمہارا خیال ہے کہ اُسے اُن لوگوں نے بند کر رکھا ہو گا۔”

“پھر اور کیا خیال ہونا چاہیئے!”

“نہیں تم خود کسی چکر میں ہو۔ بتاؤ سہراب کہاں ہے!”

“اب خواہ مخواہ دماغ نہ چاٹو ورنہ اُٹھ کر گردن مروڑ دوں گا!” عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

“کوشش کر کے دیکھو۔ کیا حشر ہوتا ہے!”

عمران دراصل یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اُسے روکے رکھنے کے لیے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ وہ اُٹھ کر آہستہ آہستہ جے ڈی کی طرف بڑھ ہی رہا

تھا کہ وسطی میز پر رکھا ہوا گلدان چور چور ہوگیا کسی جانب سے بے آواز فائر ہوا تھا۔ عمران ٹھٹک کر میز کی طرف مڑا۔

"اگر مزید ایک قدم میری طرف بڑھاتے تو تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ہو جاتا۔" جے وی ہنس کر بولا۔

عمران پھر اسی کرسی پہ جا بیٹھا جس سے اٹھا تھا۔۔

"تم یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھ سکو گے جب تک مجھ سے معاملت نہ کر لو گے۔"

"یعنی اس کرسی پر سے اٹھ بھی نہیں سکتا!"

"ہرگز نہیں! مار دیئے جاؤ گے۔ اٹھ کر دیکھو۔!"

عمران کی نظر اس روشن دان پر پڑ چکی تھی جس سے سائیلنسر لگے ہوئے پستول کی نال جھانک رہی تھی۔

وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"اب کیا خیال ہے!" جے وی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"مجھ سے کس قسم کی معاملت کرنا چاہتے ہو!"

"تم کس راستے سے تہ خانے میں گئے تھے۔!"

"پیچیدہ معاملہ ہے! محض بتانے سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا!"

"تم بتاؤ۔ پوری حویلی میری دیکھی ہوئی ہے۔"

"تم اس سے پہلے بھی اپنے طور پر دوسرا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کر چکے ہو گے۔"

"یہ کس بنا پہ کہہ رہے ہو گے!"

"میرا اندازہ ہے۔"

"اندازے کی وجہ پوچھ رہا ہوں۔!"

"بات اگر محض اس کتاب کی تھی تو اس قصے کو اب ختم ہو جانا چاہیے تھا!"

"تم خواہ مخواہ بحث کیوں کر رہے ہو!"

"اس لیے کہ میرا اصل بزنس تو یہی ہے۔!"

"تمہاری جان بچ جائے گی۔ اسی کو غنیمت سمجھو۔ مجھ سے کسی مالی منفعت کی توقع نہ رکھو۔!"

"میں سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا خواہ توپ ہی کیوں نہ لگی ہوئی ہو۔"

"سوچنے سمجھنے کے لیے کتنا وقت چاہیے۔"

"بس تم کھسکو یہاں سے تاکہ میں پھر سر کے بل کھڑا ہو سکوں!"

"مجھ سے مکاری نہیں چلے گی۔"

"اچھا تو پھر شیخ چلی ہی پینٹ کرنا شروع کر دو۔!"

"تم جو کچھ نظر آتے ہو وہ نہیں ہو۔"

"غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔ مجھے سوچنے کے لیے مہلت چاہیے۔ کیونکہ ابھی ایک قتل کا معاملہ اور بھی ہے!"

"کس قتل کا۔"

"صمد نظامی۔! جس کی لاش آرٹ گیلری کے باتھ روم میں پائی گئی تھی!"

"تمہیں اس سے کیا سروکار۔!"

"مجھے معلوم تو ہونا ہی چاہیے۔ کیونکہ اس قتل کا الزام بھی میرے ہی سر جا رہا ہے۔ ساجد اور سہراب دونوں نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی تھی اور ان کی دلیل بھی معقول ہی تھی!"

"کیسی دلیل۔!"

"وہ اسے آرٹ گیلری ہی میں قتل کر کے پولیس کو اپنے پیچھے کیوں لگاتے۔"

"سوچتے رہو۔۔۔!" جے وی سر جھٹک کر بولا "کل اسی وقت تک کی مہلت

دے رہا ہوں۔ اگر مجھ سے تعاون نہ کیا تو زندہ نہ رہ سکو گے۔“ جے وی نے کہا اور کمرے سے نکل کر دروازہ مقفل کر دیا۔

جے وی پوری طرح کھل گیا تھا۔ اور عمران کو بھی کسی قدر کھلنا پڑا تھا۔ اور اب حالات دوسرے تھے۔ اُسے خاصا محتاط رہنا تھا۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ جے وی، آتشدان کے قریب بیٹھا اونگھ رہا تھا اور سامنے والے صوفے پر ایک سفید فام لڑکی بے خبر سو رہی تھی۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور جے وی چونک پڑا۔ اُٹھ کر اس میز کے قریب آیا جس پر انسٹرومنٹ رکھا ہوا تھا۔ فون کی گھنٹی کی آواز لڑکی پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی وہ اسی طرح سوتی رہی۔

”ہیلو...“ جے وی ریسیور اُٹھا کر کان سے لگاتا ہوا غرایا۔

”میں ہمپا ہوں باس!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیا بات ہے۔!“

”دشمن کی حویلی میں ہمارا ایک آدمی پکڑ لیا گیا ہے!“

”کس بات پر۔!“

”شاید بوڑھے اور اُس کی پوتی کے درمیان ہونے والی گفتگو سننے کی کوشش کی تھی۔ دوسرے آدمی نے مجھے اطلاع دی ہے۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کیا بات تھی اور کس حد تک سُن سکا تھا۔!“

”دوسرے آدمی کی رسائی اُس تک ممکن ہو تو اُس سے کہو کہ معلوم کرے۔“

”نہیں باس دوسرے آدمی کی رسائی اس تک ممکن نہیں کیونکہ اُسے بالکل

الگ رکھا گیا ہے اور کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔!“

”بوڑھا ہوشیار ہو گیا ہے! تم لوگ بھی محتاط رہو!“ جے وی نے کہا۔

”دوسرے آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اُسے وہاں سے ہٹا لیا جائے؟“

”کوئی ضرورت نہیں۔ وہیں رہنے دو۔ جسے انہوں نے پکڑا ہے اُس کے توسط سے وہ صرف تم تک پہنچ سکتے ہیں! اس لیے صرف تم اپنی جگہ سے ہٹ جاؤ۔“

”او کے باس...!“

جے وی ریسیور کریڈل پہ رکھ کر آتشدان کی طرف مڑا اور صوفے پہ سوئی ہوئی لڑکی کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہلی بار اس کے وجود کا احساس ہوا ہو۔ آہستہ آہستہ صوفے کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر اس کے شانے پہ ایک زوردار ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ چیخ مار کر اُٹھ بیٹھی۔ اور اُسے قریب دیکھ کر اس طرح پیچھے ہٹی جیسے خدشہ ہو کہیں کاٹ نہ کھائے۔ جے وی نے قہقہہ لگا کر کہا ”ڈرو نہیں۔! آخر تم سمجھتی کیوں نہیں!“

”کیا سمجھوں؟“ وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی ”تم تو مجھے پاگل بنا کر رکھ دو گے!“

”سب یہی کہتی ہیں!“ وہ مغموم لہجے میں بولا ”کوئی بھی میرے درد کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی۔“

تم پاگل ہو... اور ہم سب کو پاگل بنا دو گے۔!“

”میں بہت بڑا آرٹسٹ ہوں۔ صرف کینوس پر تصویریں نہیں بناتا۔ بلکہ قدرت کے بنائے ہوئے خاکوں میں بھی رنگ بھرتا ہوں۔ میں تمہاری شخصیت بدل دوں گا۔ تم ہر وقت ایک خوفزدہ ہرنی نظر آؤ گی۔ خوفزدگی کا تاثر تمہاری آنکھوں کی فطرت بن جائے گا۔ اور تب یہ چہرہ کتنا حسین لگے گا۔ تمہارے چہرے کی بناوٹ اپنی تکمیل کے لیے خوفزدگی کا تاثر چاہتی ہے... روحی کی آنکھوں میں عرصہ تک درد کا تاثر

دیکھنے کے لیے میں نے اس کا ہو پھاڑ دیا تھا!"

"تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا!" وہ خوفزدہ انداز میں چیخی۔!

"اس کی کسے پرواہ ہے... اور ہو سکتا ہے پھانسی ہی میری تکمیل کر دے۔ اوہ بڑا اچھا خیال دیا ہے۔ تم نے پھانسی۔ واہ... شاید میرا جھریایا ہوا چہرہ اپنے حلقوں سے اُبلتی ہوئی آنکھوں سمیت ہی وہ تاثر پیش کر سکے... واہ...!"

جے ڈی جھوم جھوم کر ناچنے لگا۔ اور وہ حیرت اور خوف کا ملا جلا تاثر آنکھوں میں لیے اسے دیکھتی رہی۔ بالآخر وہ خود ہی رُک گیا اور اُس کی طرف مڑ کر بولا۔" اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اُسے میرے بارے میں سب کچھ بتا دو!"

"کسے بتا دوں۔!" اُس نے چونک کر پوچھا!

"میرے نئے مہمان کو۔"

"اوہ — وہ... جو اُس کمرے میں بند ہے۔!"

"ہاں وہی اُس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے!"

"صورت ہی سے بالکل بے وقوف نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ تمہارا رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ پہلے تو بڑے دوستانہ انداز میں اُس کی آؤ بھگت کرتے رہے پھر قید کر دیا۔"

"یہی رویہ تو تم لڑکیوں کے ساتھ بھی رہا ہے۔ پہلے مہمانوں کی طرح رکھا پھر قید کر دیا۔ لیکن تمہارے کمروں میں قفل نہیں ڈالتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھاگ جانے کی بھی جسارت نہیں کر سکتیں۔"

"کاش میں اتنی مجبور نہ ہوتی۔"

"تمہاری ہی طرح سب مجبور ہیں۔"

"کب تک... کبھی نہ کبھی تو...!"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ کبھی تم سے خوش ہو کر تمہیں رہا کر دوں۔"

"تم کس طرح خوش ہو سکو گے۔!"

"وہ جو اُس کمرے میں بند ہے اُسے اس پر آمادہ کرو کہ جو کچھ میں اُس سے معلوم کرنا چاہتا ہوں مجھے سچ سچ بتا دے!"

"اگر اُس نے بتا دیا تو..."

"میں تمہیں سرٹیفکیٹ دے کر واپس کر دوں گا۔!"

"تم خود اُس پر تشدد کر کے کیوں نہیں معلوم کر لیتے۔!"

"میرا اندازہ ہے کہ وہ مر جائے گا لیکن زبان نہیں کھولے گا! اور میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ زبان کھولے بغیر مر جائے۔"

"میں سمجھ گئی... تم چاہتے ہو کہ میں اُسے دوسری طرح پر آمادہ کروں...!"

"جس طرح بھی ممکن ہو۔!"

"اچھی بات ہے! میں تیار ہوں...!"

"تو اٹھو! میں تمہیں اُس کے کمرے میں پہنچا دوں!"

تھوڑی دیر بعد وہ اسی کمرے میں موجود تھی۔ جہاں عمران بے خبر سو رہا تھا گہری نیلی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

جے ڈی دروازہ باہر سے مقفل کر کے واپس چلا گیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ بستر کی طرف بڑھی اور جھک کر عمران کا شانہ ہلایا... وہ اٹھ بیٹھا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا جیسے وہ زمین سے اگی ہو۔

"گھبرو نہیں!" وہ آہستہ سے بولی "میں تمہاری ہمدرد ہوں... میرا نام فلسی ہے۔"

"وہسکی!..." عمران خوش ہو کر بولا۔

"فلسی...!"

"یہ بھی ٹھیک ہے! کیا چاہتی ہو...!"

"آہستہ بولو...!"

"اچھا ۔ اچھا۔"

"ہم سب ایک دیوانے کے ہتھے چڑھ گئے ہیں!"

"اچھا... اُف فوہ... تو پھر ۔!"

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں ۔!"

"اب تک اپنی مدد کیوں نہیں کی...!"

"اوہ... ٹھہرو میں روشنی والا بلب جلا دوں۔ تمہاری شکل صاف نہیں دکھائی دیتی!"

عمران سر ہلا کر رہ گیا۔ اس نے تیز روشنی والا بلب جلا کر نیلے بلب کا سوئچ آف کر دیا! روشنی میں عمران نے اُلّوؤں کی طرح دیدے نچائے اور پھر احمقانہ انداز میں اس کی شکل تکنے لگا!

"بیحد خطرناک آدمی ہے!" وہ اس کے قریب بیٹھتی ہوئی آہستہ سے بولی "تم اندازہ نہیں کر سکتے! ہم سب اُس کے قیدی ہیں۔ لڑکیوں کو بُری طرح مارتا ہے ایک کا تو سر پھاڑ دیا۔"

"وہ بھی قیدی ہے... جس کا سر پھاڑ دیا۔!"

"ہاں وہ بھی قیدی ہے...!"

"لیکن وہ تو باہر تھی۔ وہاں سے کسی اور طرف کیوں نہیں چل دی۔"

"ہم بھی باہر جاتے ہیں! لیکن ہماری نگرانی ہوتی رہتی ہے۔ ایک قدم بھی غلط اٹھائیں تو وہیں اُسی جگہ سزا مل جائے۔ اس کے پاس ایسے بھی آدمی ہیں جو سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگے رہتے ہیں لیکن ہم انہیں نہیں پہچانتے۔"

"تب تو بڑا مزہ آتا ہوگا۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"تم آخر اتنے مطمئن کیوں ہو۔ وہ تمہاری کھال اُتار دے گا۔!"

"اچھا!" عمران نے حیرت سے کہا اور پھر اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی پسندیدہ شے کا ذائقہ یاد آگیا ہو!

"وہ تم سے جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے بتا دو۔!"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں پوچھا!"

"جو کچھ بھی پوچھے سچ سچ بتا دینا!"

"بہت اچھا!" عمران نے سعادتمندانہ انداز میں سر کو جنبش دی!

لیکن وہ اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ جیسے اس کا رویہ سمجھ میں نہ آیا ہو۔ پھر شاید سوچنے لگی تھی کہ اب تو بات ہی ختم ہو گئی۔ مزید کیا کہے۔

عمران بھی خاموشی سے بیٹھا ہوا بونقوں کی طرح اُس کی شکل دیکھتا رہا۔

"وہ آخر تم سے کیا معلوم کرنا چاہتا ہے!" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا!

"بھلا میں کیا جانوں۔ کہ وہ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ ویسے میں بہت سی ایسی باتیں جانتا ہوں جو اُسے نہ معلوم ہوں گی۔ مثلاً" لومڑی انڈے نہیں دیتی دودھ دیتی ہے!"

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں!" وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"کیا تمہیں علم ہے کہ اس وقت اُلّو کیا کر رہے ہوں گے۔!"

"ہاں اس وقت شکار کی تلاش میں ہوں گے!"

"تمہاری جنرل نالج بہت اچھی معلوم ہوتی ہے!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"کیا تم بھی پاگل ہو" لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

"کس بات سے اندازہ لگایا"

"موقعے کی نزاکت کا احساس کئے بغیر اوٹ پٹانگ باتیں کئے جا رہے ہو!"

"موقع ہی سمجھ میں نہیں آرہا پھر نزاکت کا احساس کیسے ہو!"

"وہ تمہیں یہاں کیوں لایا ہے۔"

"میری تصویر بنائے گا۔!"

"یہ تو محض بہانہ ہے۔ اسی بہانے سے مجھے بُری طرح مارتا ہے!"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔"

"کہتا ہے کہ اس طرح میری آنکھوں میں ہمہ وقت خوف اور وحشت زدگی پائی جائے گی۔ اور وہ اُسے پینٹ کرے گا۔ اس بُری طرح ہمارے جسموں کو نوچتا کہ کبھی کبھی کھال اُس کی چٹکیوں ہی میں رہ جاتی ہے!"

"ہوں!" عمران تفہیمی انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "تم سب چاہو تو بیک وقت مل کر پیٹ پڑو اور اُسے مار ڈالو۔!"

"ناممکن۔۔۔ ہر وقت اُس کے آدمی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور بے آواز فائر کرتے ہیں۔!"

"کیا اس طرح کوئی مر بھی چکا ہے!"

"پتا نہیں کتنے باغات میں دفن ہیں!"

"تمہیں کسی نہ کسی طرح پولیس کو مطلع کر دینا چاہیئے تھا!"

"قطعی ناممکن۔۔۔ ویسے ہم سفید فاموں میں سے تو کوئی بھی اس طرح نہیں مری۔ لیکن کئی مقامی لڑکیاں مر چکی ہیں! میرے سامنے کی بات ہے۔ بڑی صحت مند اور طاقتور لڑکی تھی۔ اُس نے جے ڈی کو گرا دیا تھا اور اس گلا گھونٹ رہی تھی کہ اچانک کسی جانب سے ایک بے آواز فائر ہوا اور وہ بیچاری ختم ہو گئی۔"

"کیا تم لوگوں کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے!"

"یہی تو دشواری ہے!"

"اُس کے ہاتھ کیسے لگیں۔!"

"یہ تو ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ لیکن اگر تم نے میرے کہنے سے اُسے سب کچھ بتا دیا تو وہ مجھے رہا کر دے گا۔۔۔ وعدہ کر چکا ہے!"

"اگر یہ بات ہے تو تمہیں کیوں بتاؤں۔ اُسی بیچاری کو نہ بتا دوں جس کا اُس نے سر پھاڑ دیا تھا!"

"کیوں اُسے کیوں بتاؤ گے! وہ تو آئی نہیں تمہارے پاس!"

"بس جا کر اُسے بھیج دو۔ سب بتا دوں گا!"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی میں آئی ہوں تمہارے پاس!"

"بات ہوئی کیوں نہیں! تم بھی تو نہیں بتا رہیں کہ اُس کے ہاتھ کیسے لگی تھیں۔"

"وہ تو بس ایسا ہی معاملہ ہے کہ کسی کو بھی نہیں بتا سکتی!"

اُدھر جے ڈی ڈکٹا فون پر اُن دونوں کی گفتگو سن رہا تھا! اس کا سوئچ آف کر کے اُٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ پھر ایک راہداری میں داخل ہو کر ایک دروازے پر دستک دی تھی۔ جب تک دروازہ کھلا نہیں تھا دستک جاری ہی رہی تھی۔ روتھی سامنے کھڑی نظر آئی۔ اُس کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مار بیٹھے گی۔۔۔!

"مجھے بیحد افسوس ہے بے بی!" جے ڈی نے بڑی لجاجت سے کہا "اس وقت ایسی ہی ضرورت پیش آ گئی تھی ورنہ تمہیں تکلیف نہ دیتا۔"

"کیا بات ہے!"

"اندر چلو تو بتاؤں۔"

"وہ پیچھے ہٹ گئی! غالباً جے ڈی کا یہ رویہ اُس کے لیے اتنا ہی حیرت انگیز تھا کہ اُس کی آنکھوں سے نیند اور جھنجھلاہٹ کا ملا جلا تاثر بالکل غائب ہو گیا تھا۔

جے ڈی کمرے میں داخل ہو کر ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا "تم بھی بیٹھ جاؤ۔"

وہ بستر پر بیٹھ گئی۔

جے ڈی نے کہا! "عمران شاید اس پر آمادہ ہے کہ تمہیں وہ سب کچھ بتا دے گا جو میں اُس سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اُس سے معلوم کر سکیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں سرٹیفیکیٹ دے کر واپس کر دوں گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ مجھے بتا دے گا!"

"میں نے نلس کو اس کے پاس بھیجا تھا اس نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے کہا کہ وہ تمہیں بتائے گا۔!"

"خصوصیت سے مجھے کیوں بتائے گا۔"

"اس لیے کہ وہ تمہیں پہچان چکا ہے! تمہاری ایک عادت کی بنا پر"

"ناممکن میں یقین نہیں کر سکتی! میں نے اپنی آواز تک بدل دی تھی"

"میں کب کہتا ہوں کہ دانستہ تم سے کوتاہی ہوئی تھی!"

"سہراب تک کو تو شبہ ہو نہیں سکا تھا کہ میرے چہرے پر مونا لیزا کا ماسک منڈھا ہوا ہے!"

"یہ میرے فن کا کمال تھا۔! لیکن تم اپنی اس عادت پر قابو نہیں پا سکی تھیں کہ باتیں کرتے وقت ایک خاص انداز میں بار بار تھوک نگلتی ہو۔"

"اوہ۔!" وہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی۔

"بہر حال وہ تمہیں وینیسا کی حیثیت سے پہچان چکا ہے!"

"تب تو وہ مجھ سے بھی بہت کچھ معلوم کرنا چاہے گا!"

"سب کچھ بتا سکتی ہو! مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"وہ سرکاری آدمی ہے!"

"قطعی نہیں! بلیک میلر ہے۔ اگر کوئی بلیک میل ہونے سے انکار کر دے تو پولیس انفارمر بن جاتا ہے!"

"تب بھی ہمارے لیے خطرناک ہی ثابت ہو سکتا ہے!"

"جب یہاں سے نکل سکے گا تب نا۔"

"ہوں۔ تو اس سے سب کچھ معلوم کر لینے کے بعد اُسے ٹھکانے لگا دو گے"

"ظاہر ہے!" جے ڈی نے لاپرواہی سے کہا!

"کیا معلوم کرنا ہے!"

"اسی تہ خانے کا دوسرا راستہ جس میں تم شل کے ساتھ داخل ہوئی تھیں۔!"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجھے کیوں بتا دے گا!"

"میں نہیں جانتا! بہر حال دیکھنا یہی ہے کہ خصوصیت سے تمہیں ہی کیوں بتانا چاہتا ہے!"

وہ بھی ہنس دی۔ اور وہ جھنجھلا کر بولا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے"

"ہنسنے ہی کی بات ہے جے ڈی... تم اُس سے شکست کھا گئے... تم!" وہ اُس کے چہرے کی طرف انگلی اُٹھا کر ہنستی رہی۔

"خاموش!" جے ڈی بگڑ کر بولا۔ "میں نہیں چاہتا کہ وہ میرا مطالبہ پورا کرنے سے پہلے مر جائے۔"

"اوہو۔ تو اُس پر تشدد کرنے کی بجائے لڑکیاں آزماؤ گے!"

"ہاں...! میں یہی چاہتا ہوں...!"

"مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں ہے! میں تھپڑ مار دیا کرتی ہوں!"

"اگر تمہاری موت ہی آگئی ہے تو ضرور تھپڑ مار دو گی!"

"آخر تم تہ خانے کا دوسرا راستہ کیوں جاننا چاہتے ہو!"

"شاید تم اس چوٹ پر مزید چوٹ کھانا چاہتی ہو!"

"میں تو اب مرنا چاہتی ہوں...!"

"اچھی بات ہے تو اب تم مر جاؤ گی۔!" جے ڈی غُراتا ہوا اٹھا اور کمر سے باہر آگیا۔

وہ مسلسل عمران کا دماغ چاٹتے جا رہی تھی۔ اُسے بتا رہی تھی کہ روشی نہایت بور لڑکی ہے وہ اسے برداشت نہ کر سکے گا۔ لہٰذا وہ اسے اپنے کمرے میں طلب کرنے کا خیال ترک کر دے۔ اس کے برخلاف وہ خود اس کی رات کو بجد حسین بنا دے گی۔ جب وہ کسی طرح بھی اس پر آمادہ نہ ہوا تو جھلا کر بولی۔ ”واقعی تم اول درجے کے بیوقوف معلوم ہوتے ہو۔ روشی برف کی سل ہے۔!“

”میں سردیوں میں بھی برف ہی استعمال کرتا ہوں۔!“

”مجھ سے تعاون نہ کر کے پچھتاؤ گے۔ تمہاری کھال اُتار دی جائے گی!“

ٹھیک اُسی وقت دروازے کے دونوں پاٹ کھل گئے اور راہداری بجد روشن ہو گئی! روشی سامنے کھڑی دکھائی دی اور اس کے داہنے بائیں دو مسلح جاپانی کھڑے تھے ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔

”مس فلکسیا تم باہر آجاؤ۔!“ ان میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا۔

فلکسی نے بُرا سا منہ بنایا۔ اور عمران کو گھورتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ روشی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے کے وسط میں آگئی۔ دروازے کے پاٹ آواز کے ساتھ بند ہوئے اور قفل میں کنجی گھومنے کی آواز آئی۔ عمران بستر پر بیٹھا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔

”تم نے مجھے طلب کیا ہے؟“ روشی نے اُس سے پوچھا۔

”بس اُس سے پیچھا چھڑانے کے لیے تمہارا نام لے لیا تھا۔ کیونکہ تمہارے علاوہ یہاں اور کسی کو نہیں جانتا!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر یک بیک اُچھل پڑا۔

”کیوں کیا بات ہے!“ روشی نے آہستہ سے پوچھا۔

”لیکن یہ بات تم تک کیسے پہنچ گئی۔ کیونکہ وہ تو یہاں سے ہلی بھی نہیں تھی!“

”تمہاری سرگوشیاں تک بے ٹی سن سکتا ہے۔ خواہ عمارت کے کسی حصے میں موجود ہو۔ تمہاری پوری گفتگو سننے کے بعد ہی اُس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔!“

”بہت اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”وہ جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے اُسے بتا دو نا۔ فائدے میں رہو گے۔!“

”اُسے جہنم میں جھونکو۔ تم اپنی بات کرو۔!“

”میں اپنی کیا بات کروں۔“

”تمہیں اس جہنم سے نکل بھاگنے کا موقع ملا تھا... لیکن تم پھر یہیں واپس آگئیں!“

”ہم میں سے کوئی بھی نہیں بھاگ سکتا۔“

”کوئی خاص وجہ...!“

”بہت ہی خاص وجہ ہے لیکن کسی کو بھی نہیں بتائی جا سکتی!“

”میں سمجھتا ہوں۔ تم سب ماساکسٹ ہو اور وہ خبیث سیڈسٹ ہے!“

”وہ سیڈسٹ ہو سکتا ہے لیکن ہم میں سے کوئی بھی اذیت طلبی کے مرض میں مُبتلا نہیں ہے!“

”بڑی عجیب مجبوری ہے کہ تم لوگ اُس کے ہاتھوں پٹتی رہی ہو لیکن چھٹکارا نہیں حاصل کر سکتیں۔“

”وہ تمہاری زندگی اجیرن کر دے۔!“

”میری فکر مت کرو... میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔!“

”اپنی خیر مناؤ۔ نہ جانے کیوں وہ تم پر تشدد نہیں کرنا چاہتا ورنہ اب تک اُگلوا چکا ہوتا۔“

”مجھ پر اس سے بڑا اور کوئی تشدد ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی عورت میرے سر پر سوار ہو جائے۔“

”شاید تم بھی پاگل ہی ہو۔!“

"کیا تم اُسے بھی پاگل ہی سمجھتی ہو۔!"

"وہ تو ہے ہی پاگل۔!"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس پاگل کو کسی کے تہ خانے سے کیا سروکار ہے؟"

"یہ سوال تم اُسی سے کر سکتے ہو۔!"

"اگر میں تمہارا گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دوں تو کیسی رہے!"

عمران یک بیک بے حد سنجیدہ ہو کر بولا اور ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے وحشت بھی جھانکنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا چہرہ خوفناک ہو گیا۔ روحی بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"میں تمہیں مار ڈالوں گا... میں نے کئی قتل کئے ہیں!" وہ سانپ کی طرح پھپکارا اور دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے ہوئے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا جیسے سچ مچ گلا گھونٹ دے گا۔

روحی چیخنے لگی۔ پھر جیسے ہی عمران نے قفل میں کنجی گھومنے کی آواز سُنی اُچھل کر ایسی پوزیشن میں آگیا کہ دروازہ کھلتے ہی اُس کی اُوٹ میں ہوتا۔ دروازہ کھلا اور پھر ایک اسٹین گن کی نال دکھائی ہی دی تھی کہ عمران نے اُس پر ہاتھ ڈال دیا۔ نال پر لگنے والے جھٹکے کے زور میں مسلح آدمی آدھے دھڑ سے کمرے کے اندر جھکا چلا آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران کا گھٹنا اُس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ کراہ سی آواز اُس کے حلق سے نکلی اور اسٹین گن عمران کے ہاتھ میں آگئی۔

پہلا برسٹ اُس نے بجلی کے بلب پر مارا اور دوسرا راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز دور ہوتی چلی گئی... راہداری کے دو بلبوں پر بھی اُس نے فائر کئے۔

اب دور تک اندھیرا تھا!... روحی دیوار سے لگی کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب سانس رُک جائے گی۔ وہ فائروں کی آوازیں سُنتی رہی! ساتھ ہی سوچ رہی تھی کہ اب اُس کی لاش ہی ملے گی۔ جو کچھ

اُسے سمجھانا چاہتی تھی نہیں سمجھ سکا! اور یہ تو اب کھلی ہوئی حقیقت تھی کہ اُس نے محض اداکاری کی تھی اُس پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی دخل اندازی کرے اور اُسے کچھ کر گزرنے کا موقع مل جائے۔ فائروں کی آوازیں اب دور کی معلوم ہو رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد راہداری میں پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور ٹارچ کی روشنی نظر آئی۔ روحی بڑی پھرتی سے فرش پر لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ کئی قدموں کی آوازیں تھی۔ پھر اُس نے جے ڈی کو کہتے سُنا! "اسے یہاں سے اُٹھا کر ہال میں لے چلو۔!"

کسی نے اُسے اپنے ہاتھوں پر اُٹھایا تھا اور چل پڑا تھا... روحی بدستور بیہوش بنی رہی۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں جے ڈی اُس پر مزید تشدد نہ کرے کیونکہ وہ نادانستہ طور پر عمران کی معاونت کر بیٹھی تھی۔ اُس کی بے اختیارانہ چیخوں کی بنا پر جے ڈی کے گرگے نے مداخلت کی تھی۔ اور وہ اُس پر حملہ کر کے شاید نکل ہی گیا تھا!

دوسری بار بھی اُسے فرش ہی پر لٹایا گیا۔ لیکن اس نے آنکھیں کھولیں اتنے میں جے۔ ڈی گرج کر بولا "جاؤ اُسے تلاش کرو۔ اگر نکل گیا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"یہاں سے کوئی نکل سکتا ہے۔ باس!" اُس نے کسی کو کہتے سُنا اور بدستور بیہوش بنی رہی۔ کئی قدموں کی آوازیں پھر سنائی دیں۔ دروازہ بند ہوا... اور سناٹا چھا گیا۔ لیکن وہ اپنے قریب اب بھی کسی کی موجودگی محسوس کر رہی تھی۔ اُس کا اندازہ تھا کہ وہ جے ڈی کے علاوہ اور کوئی نہ ہو گا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب اُسے کس طرح ہوش میں آنا چاہیے۔ دفعتہً اُس نے اپنے جسم میں حرکت پیدا کی اور خوفزدہ سی چیخوں کے ساتھ اُٹھ بیٹھی۔!

"خاموش رہو۔!" جے ڈی دہاڑا اور وہ اُچھل کر اُس کی طرف مڑ گئی۔ جے ڈی اُسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا!

"تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔!" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"تمہاری حماقت کی وجہ سے وہ نکل گیا؟"

"تو کیا اُس کے ہاتھوں مرجاتی۔ خدایا کتنا خوفناک لگ رہا تھا! میرا گلا دبانے کے لیے جھپٹا تھا اسی وقت کسی نے دروازہ کھولا اس نے میرے گلے پر ہاتھ مارا پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا تھا۔۔۔!"

"اب میں اس قیمہ کر کے رکھ دوں گا! بچ کر کہاں جائے گا!"

شلی دادا جان کا کام کر کے واپس آ گئی تھی۔ لیکن اس کا ذہن اس معاملے میں بُری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ بار بار دل چاہتا تھا کہ وہ اُن کاغذات کے بارے میں اُن سے مزید پوچھ گچھ کر ڈالے لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ رات کے ڈھائی بج گئے تھے! اور وہ ابھی تک جاگ رہی تھی۔ سفر سے واپس آنے کے بعد لباس بھی نہیں تبدیل نہیں کیا تھا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی اس طرح بجنے لگی جیسے اُسی لائن کے کسی انسٹرومنٹ کو ڈائیل کیا جا رہا ہو۔ وہ اُٹھ بیٹھی۔ انسٹرومنٹ کے قریب آئی اور ریسیور اُٹھا کر کان سے لگا لیا۔ دادا جان کسی سے کہہ رہے تھے! "میں بالکل تیار ہوں۔ تھوڑی دیر بعد روانہ ہو جاؤں گا۔ آج اس قصے کو ختم کرنا ہے۔ اُس نے بہت ہاتھ پیر نکالے ہیں!"

"بہت اچھا جناب ہم سب بھی تیار ہیں۔ کمبخت نے زندگی تلخ کر رکھی ہے! ہم بھی دیکھیں گے کہ اُس کے پاس کتنا اسلحہ ہے اور کیسے کیسے جیالے اُس نے پال رکھے ہیں" دوسری آواز آئی۔

"میں ابھی تک طرح دیتا رہا ہوں۔ تم لوگ فکر نہ کرو!" دادا جان نے کہا "اس

طرح لے چلوں گا کہ اُسے کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور ہم ایک دم سے اُس کے سر پر پہنچ جائیں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ نے تہیہ کر لیا!" دوسری آواز آئی "ہم تو بہت عرصہ سے آپ کی مدد کے متمنی ہیں۔"

"بس اب یہ قصہ ختم ہی ہو جائے گا!" دادا جان کی آواز آئی۔ اور پھر رابطہ منقطع ہو گیا! شلی نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے! اس گفتگو سے اُسے کُشت و خون کی بو آئی تھی۔ وہ کہاں جانے والے تھے! کیا کرنا چاہتے تھے کن لوگوں سے گفتگو ہوئی تھی۔ اُوہ۔ اُسے دیکھنا چاہیے ان پر نظر رکھنی چاہیے۔ خواہ کتنے ہی صحت مند کیوں نہ ہوں بوڑھے تو ہیں۔ اُس عمر کو پہنچ چکے ہیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فاتر العقلی بھی ساتھ لاتی ہے۔۔۔ اُس نے بڑی پھرتی سے ملبوسات کی الماری کھول کر سیاہ پتلون اور سیاہ جیکٹ نکالی۔ لباس تبدیل کیا اور اعشاریہ دو پانچ کا براؤنی جیب میں ڈالا۔۔۔ اور پھر کمپاؤنڈ میں پھیلی ہوئی تاریکی میں اُس کا سیاہ لباس بھی ضم ہو گیا۔

دادا جان کی ہلمین پھاٹک کے قریب ایک درخت کے نیچے کھڑی دکھائی دی چوکیدار کا کہیں پتا نہ تھا! کم از کم دادا جان کی موجودگی میں وہ ایسی غفلت کا ثبوت نہیں دے سکتا تھا۔ گاڑی کے دروازے مقفل نہیں تھے اُس نے آہستہ سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اور کچھ سوچے سمجھے بغیر اندر بیٹھنے لگی۔۔۔ اور پھر ٹھٹک گئی۔ پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے کمبل کے نیچے کئی رائفلیں رکھی ہوئی تھیں اور کمبل کا کچھ حصہ سیٹ کے نیچے لٹک رہا تھا! ٹھیک اُسی وقت کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ دونوں سیٹوں کے درمیان دبک کر کمبل کا بقیہ حصہ اپنے اوپر ڈال لیتی۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھلا اور پھر بند ہوا تھا۔ دادا جان ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکے تھے! شلی نے بڑی مشکل سے

اس طویل سانس کو آہستہ آہستہ خارج کیا تھا جو یکلخت اُس کے پھیپھڑوں سے آزاد ہوئی تھی۔

انجن اسٹارٹ ہوا اور گاڑی حرکت میں آگئی۔ فوری طور پر تو شلی محض ہیجان کا پوٹ بن کر رہ گئی تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈا پسینہ جسم سے چھوٹنے لگا۔ کسی نہ کسی مرحلے پر دادا جان کو اس کی موجودگی کا علم ہو ہی جائے گا۔ پھر کیا ہوگا۔ وہ کس طرح جوابدہی کرے گی۔ اور ان کا رویہ کیا ہوگا۔ پتا نہیں یہ کس قسم کی مہم ہے! پھر اُسے وہ سوٹ کیس یاد آیا جسے نصرت آباد پہنچا کر آئی تھی کیا یہ سب کچھ اسی کے سلسلے میں ہو رہا ہے.. لیکن کیا ہو رہا ہے۔؟

گاڑی خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی... قریباً پندرہ بیس منٹ بعد کسی جگہ رُک گئی تھی۔ شلی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکی۔ باہر سے کئی قدموں کی آوازیں آئیں۔ اور پھر دادا جان کو کسی سے پوچھتے سُنا ”کتنے آدمی ہیں۔!“

”سات افراد ہیں...!“ کسی نے جواب دیا۔

”کافی ہیں۔ میرے ساتھ چار رائفلیں ہیں۔!“ دادا جان کی آواز آئی۔

”تب تو چار آدمی اور بھی فراہم کیے جا سکتے ہیں!“

”جلدی کرو...!“ دادا جان نے کہا اور شلی کا دل دھڑکتا ہوا حلق میں آگیا۔ اگر اسی جگہ ان چاروں رائفلوں کو نکالنے کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا گیا تو کیا ہوگا؟ لیکن اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آنے سے پہلے ہی گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔ اس نے دادا جان کو اونچی آواز میں کہتے سُنا ”بس میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔“

طویل سانس لے کر رہ گئی۔ لیکن پھر سوچنے لگی۔ کہیں نہ کہیں تو اُسے سامنے آنا ہی پڑے گا! آخر یہ رائفلیں اُٹھائی ہی جائیں گی سیٹ پر سے۔ کمبل ہٹنے لگا اور... اور پھر کیا ہوگا... کیسی حماقت سرزد ہوئی تھی۔ اسے اپنے اوپر

غصہ آنے لگا تھا۔ کوئی بات ہوئی دادا جان ننھے بچے تو نہیں تھے کہ ان کی نگرانی کے لیے دوڑی آئی تھی۔

کچھ دور چلنے کے بعد گاڑی پھر رُک گئی... اور دادا جان نے اونچی آواز میں کسی سے کہا ”یہاں سے بائیں جانب مڑنا ہے... اس طرح پُرانی حویلی کے عقب میں پہنچیں گے۔!“

گاڑی پھر حرکت میں آگئی۔ شلی کا ذہن گویا ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا ہے۔ کس طرح خود کو دوسروں سے پوشیدہ رکھے گی۔ پتا نہیں یہ کس قسم کی مہم ہے! وہ ملازم جسے اُن دونوں نے مل کر پکڑا تھا حویلی ہی کے ایک کمرے میں قید تھا۔ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے اور دادا جان کے درمیان کس قسم کی گفتگو ہوئی تھی۔ آخر وہ کس کا جاسوس تھا؟ اور ابھی دادا جان نے کسی پُرانی حویلی کا حوالہ دیا تھا؟۔ دفعتاً اُسے عمران یاد آیا۔ پُرانی حویلی... عمران... جے وی... اوہ... خداوندا کہیں یہ جے وی کے خلاف تو کوئی مہم نہیں ہے! کہیں یہ سفر کرناک کی طرف تو نہیں ہو رہا۔۔ کیا دادا جان اور جے وی کے درمیان اس حد تک دشمنی ہے؟ کیا وہ ملازم جے وی ہی کا جاسوس تھا؟ خدا جانے کیا چکر ہے۔

ایک بار پھر اس کی سانس پھولنے لگی... اچانک دادا جان نے پھر گاڑی روک دی۔ شاید پچھلی گاڑی بھی رُک گئی تھی۔ اور کوئی دوڑتا ہوا ان کی گاڑی کی طرف آیا تھا۔

”فائروں کی آوازیں ہیں!“ اس نے قریب پہنچ کر کہا! ”اور اُدھر ہی سے آتی معلوم ہوتی ہیں!“

”یہیں رُک جاؤ...“ دادا جان کی آواز آئی... ساتھ ہی شلی نے بھی فائروں کی آوازیں سُنیں۔ اور اب وہ گاڑی کے قریب کئی آدمیوں کی آوازیں سن

رہی تھی۔ اُدھر دادا جان کسی سے کہہ رہے تھے۔ "پچھلے دنوں ایک سرکاری جاسوس بھی اُس کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا تھا!"

"تو پھر جناب عالی اگر یہ پولیس کی مداخلت ہے...!" کوئی جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا!

"ہاں۔ اگر یہ پولیس کی مداخلت ہے تو پھر ہمیں اس سے دور ہی رہنا چاہیے!" دادا جان بولے۔

"کہیں وہ آپس ہی میں نہ لڑ گئے ہوں" کوئی بولا "جے ڈی نے بھانت بھانت کے جانور پال رکھے ہیں!"

"میں تو کہتا ہوں نواب صاحب!" تیسری آواز آئی "اِدھر آئے ہیں تو کچھ ہو ہی جائے..."

"نہیں! یہ معلوم کیے بغیر کہ پولیس کا معاملہ تو نہیں ہے! میں کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گا!"

"ٹھیک نواب صاحب!" کوئی قریب ہی بولا! "فی الحال ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ آپ نے کسی سرکاری جاسوس کا ذکر کیا تھا!"

"اور وہ مرکز کا آدمی تھا۔ صوبائی نہیں!" دادا جان بولے۔۔

"تب تو جناب ہمیں فوراً واپس ہو جانا چاہیے!" کسی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جاؤ گاڑی میں بیٹھو! تصدیق کیے بغیر خطرہ مول لینا ٹھیک نہیں!" دادا جان نے کہا۔

"کون ہے ٹھہر جاؤ۔ ورنہ مار دیے جاؤ گے!" کسی قدر دور سے آواز آئی...!

"تم کون ہو!" دادا جان نے للکارا۔

اب شل کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اُسی پوزیشن میں رہ جاتی.. ! سر پہ سے

کمبل ہٹا کر کھڑکی سے جھانکا۔ اُن پر کئی ٹارچوں کی روشنیاں پڑ رہی تھیں۔

"تم لوگ چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہو! لہٰذا جس نے بھی اپنے اسلحے کو کو استعمال کرنے کی کوشش کی تو مارا جائے گا۔ ہم اسٹین گنوں سے مسلح ہیں!" کسی نے کہا۔

یہ غالباً اُنہی لوگوں میں سے تھا جنہوں نے انہیں للکارا تھا۔ پھر کسی ٹارچ کی روشنی گاڑی میں بھی رینگ آئی اور ساتھ ہی باہر کسی نے کہا "آہا نواب وارث صاحب ہیں۔ اور ان کے ساتھ بندوقچی بھی ہیں... واہ... اس وقت... یہاں ہماری حدود میں...!"

"ہم اِدھر سے گذر رہے تھے۔ فائرنگ کی آوازیں سُن کر رُکے ہیں!" دادا جان بولے۔

"یا جے ڈی کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے!"

"بکواس بند کرو۔!" نواب صاحب گرجے۔

"آپ کا کوئی آدمی رائفل تو سیدھی کر دیکھے...!"

"ہمیں کیا ضرورت ہے! ہم اپنی راہ لیں گے۔!" نواب صاحب کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا۔

"کوئی ہل بھی نہیں سکتا یہاں سے! اب تو یہ قافلہ جے ڈی صاحب کے سامنے پیش ہو گا۔ ہم اپنی حدود میں کسی کو بھی داخل ہونے نہیں دیتے!"

"اچھی بات ہے! ہم بھی دیکھیں گے!" دادا جان کی گرجدار آواز گونجی ہی تھی کہ اسٹین گن کا برسٹ مارا گیا... اور گاڑی اُچھل کر رہ گئی۔ ٹائر پھٹنے کا دھماکہ الگ سے سُنا گیا تھا۔ پھر دوسرا برسٹ مارا گیا... اور پچھلی گاڑی کا کوئی ٹائر بھی ناکارہ ہو گیا!

"اچھا اچھا... نپٹ لیا جائے گا تم خبیثوں سے!" دادا جان آپے سے باہر

ہو گئے ۔

"بہتر یہی ہو گا نواب صاحب کہ ہاتھ اُٹھائے ہوئے گاڑی سے اُتر آیئے ۔"

"نہیں دادا جان !" شلی آہستہ سے بولی ۔ اور نواب صاحب چونک پڑے شلی پھر بولی "میں اس آدمی پر فائر کرنے جا رہی ہوں !"

"تت تم ... اوہ ۔ شلی میں تم سے تنگ آ گیا ہوں !"

"میں فائرنگ شروع کر رہی ہوں !"

"نہیں ! چپ چاپ بیٹھی رہو ۔ ! گاڑیاں بیکار ہو چکی ہیں ! سب مارے جائیں گے اور تم ... یہ تم نے کیا کیا ؟"

شلی کچھ نہ بولی ۔ اُدھر وہ آدمی برابر کہے جا رہا تھا کہ وہ سب نہتے ہو جائیں اور جو گاڑیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں نیچے اُتر آئیں ۔

اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ للکارنے والوں کا کہا مان لیا جاتا ۔ گاڑیاں بیکار ہو چکی تھیں ... !

انہوں نے ان کا سارا اسلحہ قبضے میں کر لیا ۔ اور اب وہ سب پوری طرح ان کی ٹارچوں کی روشنی میں تھے !

"آہا صاحبزادی بھی ہیں !" کسی نے شلی کو دیکھ کر کہا !

"خاموش رہو !" نواب صاحب گرجے ... اور شلی سوچ رہی تھی ۔ کہ اس کا پستول محفوظ ہے کسی نے اس کے قریب آنے کی کوشش نہیں کی تھی ۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس عالم میں جے وی کے سامنے پیش کئے گئے کہ

ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے ۔ صرف شلی اور اُس کے دادا کے ساتھ یہ رعایت کی گئی تھی کہ ان کے ہاتھ نہیں باندھے گئے تھے ۔

"حضور نواب صاحب کو کرسی پیش کی جائے !" جے وی مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں بولا ۔

"انکل جے وی آپ سے اس کی توقع نہیں تھی !" شلی بول پڑی ۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم بھی اس مہم میں شریک ہو !"

"کیسی مہم اور کہاں کی مہم ..." شلی نے حیرت سے کہا ! "ہم شنگوار سے آ رہے تھے ۔ فائروں کی آواز سن کر رک گئے ۔ پھر ان لوگوں نے ہمیں گھیر لیا گاڑیوں کے ٹائروں پر فائر کئے !"

"اِدھر ہی سے گزرنے کی کیا ضرورت تھی !"

"ارے تو کیا ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں کہ ایک دوسرے کی زمینوں پر سے نہ گزریں گے !"

"اتنا اسلحہ کیوں ساتھ تھا !"

شلی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ نواب صاحب گرج کر بولے ۔ "اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے پتا نہیں یہ سور خود کو کیا سمجھتا ہے !"

"کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں نواب صاحب آپ رشتے میں مجھ سے بڑے ہیں میں نے برا نہیں مانا ۔ لیکن میں ان سب کے سامنے آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا ۔"

"تم کیا گفتگو کرو گے مجھ سے ۔ !"

"مونا لیزا ۔۔۔"

شلی چونک پڑی ۔ اور نواب صا غرائے "بکواس بند کرو ۔"

"ہرگز نہیں نواب صاحب ! اتفاق سے یہ موقع ہاتھ آ گیا ہے ۔ اگر یہ

یہ معاملہ طے نہ ہوا تو آپ سبھوں کی لاشیں وہیں گاڑیوں کے قریب پائی جائیں گی! اور نہایت سادہ سی کہانی پولیس کو سناؤں گا۔ یہ لوگ پتا نہیں کس ارادے سے چڑھ کر آئے تھے۔ میرے آدمیوں نے بھی اندھیرے میں ڈاکو سمجھ کر مقابلہ کیا... آپ لوگوں کی لاشوں کے قریب آپ کی رائفلیں بھی پائی جائیں گی۔!"

"ڈاکو تم ہو!" نواب صاحب گرجے!

"میں کالا چور بھی ہوں!" جے وی ہنس کر بولا "پھر؟ پولیس کو اس سے کیا؟"

شلی نے کنکھیوں سے ادھر اُدھر دیکھا۔ تین اسٹین گنیں اُن کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ دفعتہً ایک آدمی ہال میں داخل ہو کر جے وی سے بولا "وہ کئی معلوم ہوتے ہیں باس!"

"بکواس مت کرو... ایک آدمی تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکا اور اب تم کئی آدمیوں کی بات کر رہے ہو۔"

"ہم پر کئی طرف سے فائر ہوئے تھے!"

"احمق اندھیرے میں تم آپس ہی میں گولیاں ضائع کرتے رہے ہو!... اسے تلاش کرو۔ اگر نکل گیا تو تمہاری کھالیں جسموں پر نہیں ہوں گی...!"

"تلاش جاری ہے باس۔" اس نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا

"نواب صاحب جلد فیصلہ کیجئے! میرے پاس وقت نہیں ہے۔" جے وی بولا۔

نواب صاحب نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

جے وی نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے "انہیں یہاں سے لے جاؤ اور کہیں بند کر دو۔"

آدمیوں میں سے دو انہیں ہال سے باہر لے گئے اور ایک اسٹین گن سیدھی کئے وہیں کھڑا رہا۔

"تم دروازے کے قریب ٹھہرو!" جے وی نے اُس سے کہا۔ اب یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"اگر آپ فرمائیں تو شلی کو بھی یہاں سے ہٹا دیا جائے!" جے وی نے نواب صاحب سے کہا!

"نہیں یہ میرے ساتھ ہی رہے گی!" وہ سخت لہجے میں بولے۔

"کوئی مضائقہ نہیں! ہاں تو اب کیجئے معاملے کی بات !"

"کیسا معاملہ۔"

"کیا مجھے پوری کہانی دہرانی پڑے گی!" جے وی کا لہجہ بھی سخت تھا!

"تمہاری لایعنی باتوں پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔!"

دفعتہً جے وی شلی کے پاس آ کھڑا ہوا اور اُسے گھورتا ہوا بولا "تمہاری پتلون کی جیب میں پستول ہے ...!"

شلی نے جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ لیکن جے وی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور مسلح آدمی سے بولا! "بڑھا اپنی جگہ سے ہٹے تو برسٹ مار دینا۔"

"نہیں تم پستول نکال لو۔" شلی گھگھیائی۔

جے وی نے بائیں ہاتھ سے پستول نکال لیا اور نواب صاحب سے بولا "اتنی تیاریوں سے آئے تھے۔ یہ بھی مسلح تھی۔!"

نواب صاحب کچھ نہ بولے سختی سے ہونٹ بھینچے کھڑے رہے۔

"بتاؤ۔ اُسے کہاں رکھا ہے!" جے وی غرایا "تم لوگوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ وہ ہاتھ نہ آجائے۔"

"شلی تو نے بہت بُرا کیا کہ میری لاعلمی میں چلی آئی۔" نواب صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

”میں کیا پوچھ رہا ہوں وارث علی خاں!“ جے ڈی دہاڑا۔

دفعتاً پھر ایک آدمی اندر آیا دوڑا آیا اور ہانپتا ہوا بولا! ”باس تین ملٹری والے!“

”کیا بک رہا ہے۔!“

”تین ملٹری والے فائرنگ کی آواز سن کر اندر گھس آئے ہیں!“

”بغیر اجازت!“ جے ڈی دہاڑا۔

”وہ تو تلاشی بھی لیتے پھر رہے ہیں باس!“

”اے جاوئے۔ اسے رکھ دو۔!“ جے ڈی نے اس آدمی سے کہا جو دروازے کے قریب اسٹین گن لیے کھڑا تھا! پھر اُس نے شلی کا پستول اپنی جیب میں ڈال لیا اور ٹھیک اسی وقت تین فوجی ہال میں داخل ہوئے ان کے ہاتھوں میں اعشاریہ چار پانچ کے ریوالور تھے۔

”اسٹین گن زمین پر ڈال دو!“

”ڈال دے زمین پر...!“ جے ڈی نے کہا ”یہ اسٹین گن ہماری نہیں ہے! ایک ایسے آدمی کی ہے جو یہاں گھس آیا تھا. فائرنگ کرتا رہا. لیکن میرے آدمیوں نے فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔“

جے ڈی کے آدمی نے اسٹین گن فرش پر گرا دی جسے ایک فوجی نے بائیں ہاتھ سے اُٹھایا ہی تھا کہ عمران اسی دروازے سے داخل ہوتا ہوا بولا! ”یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میری اسٹین گن تو میرے ہاتھوں میں ہے... یہ دیکھو...!“

”یہی تھا... یہی تھا...“ جے ڈی زور سے چیخا...

”کیا تمہارے پاس اس اسٹین گن کا پرمٹ ہے!“ ایک فوجی نے جے ڈی سے سوال کیا۔

”میں کہتا ہوں یہ آدمی...!“

”اخاہ... نواب صاحب! محترمہ شلی! آپ لوگ یہاں کہاں“ عمران

جے ڈی کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

”کیوں! تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے!“ نواب صاحب نے پُر وقار انداز میں کہا ”جے ڈی ہمارا عزیز ہے!“

شلی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

اُدھر جے ڈی نے فوجیوں کو للکارا ”تمہیں یہاں قدم رکھنے کی جرأت کیسے ہوئی!“

”انہیں شاید صمد نظامی کے قاتل کی تلاش ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اچھا تو یہ تمہارے ساتھی ہیں۔ جعلی فوجی!...“ جے ڈی نے سر ہلا کر کہا۔

”دروازہ بند کر دو۔!“ عمران نے ایک فوجی سے کہا... اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بولٹ کر دیا۔!

”لیکن تم چاروں یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے“ جے ڈی بولا۔

”میں پوچھتا ہوں تم نواب صاحب کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو“ عمران نے جے ڈی سے سوال کیا۔

”پتا نہیں تم کہاں کی ہانک رہے ہو!“ نواب صاحب بولے ”جے ڈی میرے پیچھے کیوں پڑنے لگا۔“

شلی نے پھر حیرت سے اپنے داد کی طرف دیکھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا...

”جناب نواب صاحب. یہ تو محض اتفاق تھا کہ جے ڈی کا اندازہ غلط نکل گیا ورنہ آپ بوکھلا کر اس کا مطالبہ پورا کر دیتے۔ جے ڈی بہت باخبر آدمی ہے... جیسے ہی آپ دیکھتے کہ محکمہ خارجہ آپ کی طرف متوجہ ہو گیا ہے. آپ گھبرا کر اس کا مطالبہ پورا کر دیتے۔ لیکن آپ اتفاق سے یہاں موجود ہی نہیں تھے اور وہ اپنا پروگرام شروع کر چکا تھا۔ اِسے بھی کئی دن بعد معلوم ہوا کہ آپ جلال آباد میں موجود نہیں ہیں!“

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو... اور یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں ڈپٹی کمشنر کو فون کر دوں گا۔" جے۔ وی دہاڑا

"اسی دشواری کی بنا پر فوجی آئے ہیں مسٹر جے وی۔ ڈپٹی کمشنر تو تمہارا یار ہے! ویسے اب تم ڈپٹی کمشنر کو بھی فون کر سکتے ہو! اجازت ہے۔" عمران نے اسٹین گن سے فون کی طرف اشارہ کیا۔

"تم یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتے!" جے وی نے پھر للکارا۔

"نکلنے کی تو بات ہی مت کرو۔ میں نے ابھی تک اس عمارت کے باہر قدم ہی نہیں نکالا۔ سیدھا روشی کے کمرے سے چلا آ رہا ہوں۔ اور یقین کرو کہ تمہارا ڈراپ سین ہو چکا ہے... تم نے روشی کی موجودگی میں صمد نظامی کو گولی ماری تھی۔ کیونکہ اس نے تمہیں ہوٹل آرٹ سرکل والے کمرے میں روشی کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ اس وقت جب روشی مونا لیزا کی ہمشکل بنی ہوئی تھی۔"

دفعتاً عمران نے اپنی اسٹین گن اوپر اٹھا کر ایک برسٹ مارا اور فوراً ہی لوٹ لگا گیا کیونکہ اس نے جے وی کے ہاتھ میں بھی کوئی چیز دیکھ لی تھی۔ جے وی کا کیا ہوا فائر اس کے اوپر سے گزر گیا! دوسرا برسٹ اس نے فرش پر پڑے ہی پڑے مارا۔ اس دوران میں دو فوجیوں نے بھی دو روشندانوں پر فائر کئے تھے۔

ادھر جے وی لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا! پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا جسے شلی نے جھپٹ کر اٹھا لیا۔

عمران نے جے وی کے پیروں کے قریب برسٹ مارا تھا۔ اسے کوئی گولی نہیں لگی تھی۔ بس بوکھلاہٹ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا اور شلی والا پستول بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا تھا۔

"جے وی کے ہتھکڑیاں لگا دو۔" عمران نے ایک فوجی سے کہا۔

"غنڈے ہتھکڑیاں لگائیں گے!" جے وی نے حقارت سے کہا۔ "چلو بتاؤ تمہارا

مطالبہ کیا ہے، بھونکنے والے کتوں کا منہ بند کرنے کے لیے میرے پاس بہت کچھ ہے!"

"دس ملین ڈالر... سوئٹزرلینڈ میں!"

"شکل دیکھی ہے اپنی!" جے وی بولا۔

"میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی" شلی آپے سے باہر ہو گئی! "لیکن میں اس رشوت کا پول کھول دوں گی!"

"رشوت!" جے وی ہنس کر بولا! "کیا تم لوگ اسے کوئی سرکاری آدمی سمجھتے ہو۔ یہ بلیک میلر ہے!"

شلی نے اپنا پستول اٹھا کر عمران پر فائر جھونک مارا... وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک فائر کر دے گی۔ وہ تو خود اس کا ہاتھ بہک گیا تھا ورنہ گولی کہیں نہ کہیں ضرور لگتی۔ نواب صاحب نے شلی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر پستول نیچے گرا دیا۔

"انہیں قابو میں رکھیے نواب صاحب!" عمران نے کہا... "لیکن اب آپ بھی پستول کو ہاتھ نہ لگائیے گا۔"

ایک فوجی نے آگے بڑھ کر پستول اٹھا لیا۔ اور عمران نے جے وی سے کہا۔

"اپنے ہاتھ ہتھکڑیوں کے لیے پیش کر دو۔"

"چلو ختم کرو۔ ہم کہیں اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" جے وی ہنس کر بولا۔ دو فوجی ایسی پوزیشن میں آگے بڑھے کہ اپنے بچاؤ کے ساتھ ساتھ روشندانوں پر نظر رکھ سکتے!

"بات چیت کے لیے پہلے بھی بہت وقت تھا۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا!"

ایک فوجی ہتھکڑیوں کا جوڑا لے کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"ٹھہرو!" جے وی ہاتھ اٹھا کر بولا! "تمہارا مطالبہ بہت زیادہ کا ہے۔ شاید تم مذاق کر رہے ہو! میں نے اتنی بڑی رقم کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی ایک کروڑ

ڈالر... یعنی ایک ارب روپیہ...“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اتنی دیر تک روحی سے صرف صمد نظامی کے قتل کی کہانی سنتا رہا ہوں۔ وہ بات تو ایک جملے میں ختم ہو گئی تھی!“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”تم آخر چاہتے کیا ہو؟“

”تمہاری گرفتاری۔“

”تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچے گا!“

”صرف مجھے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کو اس سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں گھر گھر منشیات کی کاشت ہونے لگے گی۔!“

”اوہ تو اس کُتیا نے یہ بھی بتا دیا...“

”شاید نہ بتاتی لیکن تمہارے اذیت پسندانہ رجحان سے ساری لڑکیاں تنگ آ گئی تھیں“

”فوجیوں کو اس کا اختیار نہیں کہ وہ کسی غیر فوجی کو گرفتار کر سکیں!“

”دیکھنے کے فوجی ہیں! ورنہ ان کا تعلق تو محکمہ خارجہ کی اسپیشل سروس سے ہے!“

”خوب۔ خوب تو اس کا یہ مطلب ہے کہ نواب وارث علی پر بھی ضرب پڑے گی!“ جے وی وحشیانہ انداز میں ہنس کر بولا۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ شلی زور سے بولی۔

”تمہاری سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے! اس لیے تم خاموش رہو۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ تم جانتی ہو۔ ورنہ نواب صاحب تمہیں ساتھ کیوں لاتے۔“

فوجی نے جے وی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالنے کی کوشش کی ہی تھی کہ جے وی نے اُچھل کر اُس کی ناک پر اپنا سر دے مارا۔ وہ کراہ کر اُلٹ گیا... احمقانہ فعل تھا کیونکہ جے وی چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ اور وہ سب مسلح تھے۔ فوجی کو گرا کر اس نے نواب وارث علی پر چھلانگ لگائی اور دیوانوں کی طرح انہیں نوچنا کھسوٹنا شروع کر دیا۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے اچانک کسی قسم کا دورہ پڑ گیا ہو۔ فوجیوں نے اپنے ریوالور سیدھے کر لیے تھے لیکن فائر نہ کر سکے کیونکہ وہ نواب صاحب سے بری طرح چمٹ گیا تھا! شلی ہسٹریائی انداز میں چیخے جا رہی تھی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر دونوں کو الگ کرنے کی کوشش کی تھی۔ یک بیک وہ نواب صاحب کو چھوڑ کر شلی سے لپٹ گیا اور اُسے نوچ نوچ کر کہتا رہا ”ارے تم کو تو میں بھول ہی گیا تھا! ارے تم ارے تم... !“

شلی تکلیف سے بلبلا اُٹھی۔ عمران اسٹین گن تیسرے فوجی کو تھما کر ان کی طرف جھپٹا اور جے وی کی گدّی پر ایک زوردار ہاتھ رسید کر دیا... شلی پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ عمران کا دوسرا ہاتھ اس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔

بالآخر کسی اُکھڑے ہوئے درخت کی طرح وہ فرش پر ڈھ گیا... !

”اب ہتھکڑیاں لگا دو!“ عمران پیچھے ہٹ کر ہاتھ جھاڑتا ہوا بولا۔ شلی بدحواس ہو کر ایک کرسی پر گر گئی تھی اور نواب صاحب اس پر جھکے ہوئے آوازیں دے رہے تھے۔ شاید وہ بھی بے ہوش ہو گئی تھی۔

نواب صاحب مضطربانہ انداز میں عمران کی طرف مڑے۔

”دیکھیں آپ نے کالی بلا کی تباہ کاری۔؟“ عمران اُن کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”کک۔ کیا مطلب۔!“

”بھولے مت بنیے نواب صاحب! میں آپ کے کمرے سے تہ خانے میں پہنچا تھا۔ اس راستے سے جو آپ کے علاوہ اور کسی کے علم میں نہیں۔ میں اُس کالی بلا کو دیکھ چکا ہوں... اور آپ کی سیاہ جلد والی ڈائری اب میرے قبضے میں ہے!“

”نن... نہیں...!“ وہ آگے پیچھے جھولتے ہوئے بولے۔ اُن کی آنکھوں میں ایسا تاثر تھا جیسے وہ بالکل بے نور ہو چکی ہوں... اور پھر وہ بھی فرش پر آ گرے۔!

”لے بھئی... تینوں غائب!“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ اور

ان نوجیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جو خاموش کھڑے شاید سوچ رہے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

ساجد جمالی اور سہراب بھی گرفتار شدگان کی بھیڑ میں دھکیل دیئے گئے تھے۔ جے ڈی سمیت اُس کے سارے آدمی پکڑ لیے گئے تھے۔ نواب صاحب ہسپتال میں تھے۔ ان کا بلڈ پریشر بڑھ گیا تھا۔ اور شیلی ابھی تک اس سے لاعلم تھی کہ ان پر کیا گزری تھی اور وہ بے ہوش کس بنا پر ہوئے تھے۔ اور بلڈ پریشر بڑھنے کا محرک کیا تھا۔

سر سلطان کو ایک بار پھر جلال آباد آنا پڑا تھا۔ اور ڈپٹی سیکرٹری مسعود وارث کو بھی عمران ہی کے ایماء پر ساتھ لائے تھے۔

عمران ہی نے سر سلطان کو وہاں پہنچنے کا مشورہ دیا تھا اور وہ اسی پر کسی قدر جھنجھلائے ہوئے بھی تھے۔

"آخر مجھے کیوں دوڑایا ہے تم نے۔ کتاب کی بات تو ختم ہو چکی تھی۔" انہوں نے اُس سے بڑے خراب لہجے میں سوال کیا۔

"کتاب کا قصہ تو محض حویلی میں گھسنے کا بہانہ تھا۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "اگر نواب وارث یہاں موجود ہوتے تو مونالیزا کی نواسی کو حویلی ہی میں روکے رکھنے کی کوشش کرتے اور پھر اسی دوران میں اُسے جے ڈی کی طرف سے دوسری ہدایات مل جاتیں۔ اور وہ اپنا اصل کام شروع کر دیتی۔"

"پتا نہیں کیا اُوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو۔؟"

"مسعود وارث صاحب کی موجودگی میں اخلاقاً تفصیل نہیں بتا سکتا۔"

"عمران میں تھپڑ مار دوں گا۔" سر سلطان واقعی بگڑ گئے اور مسعود وارث کا موڈ بھی کسی قدر خراب ہو گیا تھا۔

"برا ماننے کی ضرورت نہیں۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "مسٹر مسعود وارث کیا آپ کو تہہ خانے کے کسی دوسرے راستے کا بھی علم ہے۔"

"نہیں۔ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"ہے۔ اور آپ کے والد صاحب کے علاوہ اور کسی کے علم میں نہیں لیکن میں اُسے ڈھونڈھ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ اتفاقاً دریافت ہو گیا تھا۔"

"اچھا تو پھر؟"

"فی الحال آپ کی موجودگی میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔"

"تم تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جاؤ۔" سر سلطان نے مسعود وارث سے کہا اور اس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "نوابوں کی باتیں ہیں۔ ورنہ ہم جیسے تو ایسے معاملات میں پاگل کہلائیں اور پکڑ کر پاگل خانے میں بند کر دیئے جائیں۔ موصوف کو عشق بھی ہوا تو ایک تصویر سے۔"

"تم واقعی مار تو نہیں کھاؤ گے۔" سر سلطان کو پھر غصہ آگیا۔

"یقین کیجئے۔ میرے پاس دستاویزی ثبوت موجود ہے۔ خود انہی کے ہاتھ کی تحریر ایک پرانی ڈائری... یہ اُن کے جوانی کے زمانے کی بات ہے۔ مونالیزا کی تصویر ان کے حواس پر چھا گئی تھی۔ اُن دنوں جے ڈی بھی نیا نیا جوان ہوا تھا اور خود نواب صاحب کے الفاظ میں اول درجے کا بدمعاش بھی تھا۔ اتنا بدمعاش کہ باپ نے اُس کی طرف سے توجہ ہٹا لی تھی۔ جے ڈی نے نواب صاحب کو پٹی پڑھائی کہ اٹلی میں انہیں مونالیزا کی کوئی ہم شکل ضرور مل جائے گی۔ کیونکہ وہ ایک عام سا اطالوی چہرہ ہے۔ نواب صاحب اس سفر پر آمادہ ہو گئے۔ وہ انہیں سارے اٹلی میں گھماتا پھرا لیکن کوئی ایسی نہ ملی جو مونالیزا سے مشابہ ہوتی۔ اسی دوران میں ان کا گزر وہاں کے ایک سرکاری عجائب گھر میں ہوا۔ اور انہوں نے وہاں سیاہ رنگ کا ایک لائف سائز بُت دیکھا جو مونالیزا سے اس حد تک مشابہ تھا کہ اس کی آرٹ

ہی کے ساتھ کسی کی رائے بھی اُس کے کارڈ پر موجود تھی کہ شائد ڈاونچی نے سنگتراشی کے اسی قدیم نمونے سے متاثر ہو کر مونالیزا کی تخلیق کی تھی اور مونالیزا کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جے ڈی نے کہا کاش ایسا ہی کوئی بُت نواب صاحب کے بھی ہاتھ لگ جاتا تو وہ اُس سے کسی حد تک تسکین پا جاتے۔ اب اُس نے اُن پر اسی بُت کا بھوت سوار کرانا شروع کیا۔ نواب صاحب روزانہ اُس میوزیم میں جاتے اور دیر تک اُس بُت کو دیکھتے رہتے۔ آخر ایک دن جے ڈی نے کہا کہ وہ ان کے لیے ویسا ہی ایک بُت کسی سنگتراش سے تیار کرا سکتا ہے لیکن قیمت بہت زیادہ ادا کرنی پڑے گی۔ نواب صاحب اس پر تیار ہو گئے۔ تین چار دن بعد جے ڈی ویسا ہی بُت ان کے حوالے کر کے قیمت وصول کر لی اور پھر اچانک انہیں اطلاع ملی کہ وہ بُت اُس میوزیم سے چوری ہو گیا ہے جس کی بنا پر بڑی سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ بے حد نروس ہوئے۔ جے ڈی سے باز پرس ہوئے لیکن وہ ہنس کر ٹال گیا اور بولا اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ تم فکر نہ کرو چپ چپاتے یہاں سے نکال لے جانا میرا کام ہے۔ اس طرح اٹلی کی ایک تاریخی یادگار چوری ہو کر یہاں پہنچ گئی اور نواب صاحب نے اُسے اس طرح چھپا کر رکھا کہ ان دونوں سے آگے یہ بات نہ بڑھ سکی۔ وہ دراصل نوادرات میں سے ہے اور اب لاکھوں پونڈ کی مالیت رکھتا ہے۔ جے ڈی عرصہ سے اسی چکر میں تھا کہ کسی طرح اُسے دوبارہ حاصل کر کے کسی بین الاقوامی چور بازار میں اُس کی بڑی سے بڑی قیمت وصول کر لے۔ اپنے طور پر اس نے کئی بار حویلی کی تلاشی لینے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لہٰذا اب آخر اس نے ایسا چکر چلایا کہ نواب صاحب یا تو مونالیزا کے ہمشکل کو دیکھتے ہی پھر پاگل ہو جائیں اور وہ اُن سے وہ بُت اُگلوا لے۔ یا پھر محکمۂ خارجہ ان کی طرف متوجہ ہو جائے اور وہ بدنامی کے ڈر سے خود ہی اُسے جے ڈی کے حوالے کر دیں۔ اس کے لیے اُس نے یہ تدبیر کی' سہراب کو ذریعہ بنا ڈالا۔ اُسے شاید علم تھا کہ سہراب ہماری لسٹ پر ہے لہٰذا اُس نے

مسعود وارث صاحب کے بنگلے میں پُر اسرار حالات پیدا کرنے شروع کیے۔ اور ہم نے جس کی نگرانی شروع کی وہ سہراب تک پہنچا۔ اُدھر سہراب یہاں حویلی میں گھسنے کی فکر کر رہا تھا۔ لیکن اس سے لاعلم تھا کہ وہ خود کس قسم کی سازش کا شکار ہو رہا ہے۔ بہرحال جے ڈی نے وہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ہم سہراب سے آگے نہ بڑھ سکتے۔ اور جے ڈی تک تو اس صورت میں پہنچنا قطعی محال ہوتا اگر مجھے تہ خانے کا وہ راستہ نہ معلوم ہو جاتا۔ اُس راستے کے اختتام پر ایک چھوٹی سی کوٹھری میں میں نے وہ سیاہ پتھر کا بُت رکھا ہوا دیکھا تھا اور وہیں سے وہ ڈائری بھی ہاتھ لگی تھی جس نے جے ڈی تک رہنمائی کی۔"

"میں اُس بُت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" سر سلطان بولے۔

"اب وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ شاید نواب صاحب نے اُسے کہیں اور پہنچا دیا ہے۔ لیکن ڈائری بدستور میرے قبضے میں ہے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اس کیس میں وارث کی کیا پوزیشن ہوگی۔"

"یہ آپ جانیں۔۔۔ فی الحال تو میں نے جے ڈی کے خلاف حمید نظامی کے قتل کا مقدمہ ترتیب دیا ہے اور اُس کا تعلق ایک بہت بڑے بین الاقوامی گروہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"یونہی خواہ مخواہ۔۔۔؟"

"جی نہیں۔ وہ ایک انتہائی خطرناک منشی پودا اگانے میں کامیاب ہو گیا ہے خطرناک اس لیے کہ اُسے علی الاعلان گھروں میں لگایا جا سکے گا۔ اور کوئی اعتراض نہ کر سکے گا۔

"پھر بہکنے لگے۔" سر سلطان نے آنکھیں نکالیں۔

"یقین کیجئے۔ وہ پیوند کاری کے کسی طریقے کو اپنا کر ایسے گلاب پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جن کی پنکھڑیوں میں حشیش کے پتوں کا اثر پایا جاتا ہے۔ اس کے پاس جو وہ ڈھیر ساری سفید فام لڑکیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ دراصل اس سے ایسے ہی گلابوں کی کاشت کرنے کی ٹریننگ لیتی ہیں۔ مختلف گروہوں سے

جے ڈی کا رابطہ ہے۔ اور وہ اِس ٹریننگ کے صلے میں سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں اپنا بیلنس بے تحاشا بڑھا رہا ہے۔ طبعاً خطرناک قسم کا اذیت پسند بھی ہے۔ بے تحاشا مظالم ڈھاتا ہے اُن لڑکیوں پر لیکن وہ اُس سے بھاگ بھی نہیں سکتیں۔ بھاگیں تو گروہ کے ہاتھوں اپنی سزا کو پہنچیں۔ ہر لڑکی نے فرداً فرداً تحریری بیان دیا ہے۔ کئی مقامی لڑکیوں کے قتل کا الزام بھی جے ڈی پر ہے۔ جن کی لاشوں تک کا پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن ان کے غائب ہو جانے کی رپورٹوں کا ریکارڈ مقامی پولیس کے پاس موجود ہے۔"

"وہ جہنم میں جائے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نواب وارث کا کیا ہوگا؟"

"ہو سکتا ہے، بلڈ پریشر ہی آپ کی مشکلات کا حل بن جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ مر بھی سکتے ہیں۔ اور اگر مرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بس ایک ڈپلومیٹک انجکشن۔"

"کیا بکواس ہے۔"

اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ ویسے مجھے صرف جے ڈی سے سروکار ہے۔ چوری کا وہ مال انہوں نے اصلی میں خریدا تھا۔ وہ جانیں اور سیکرٹری برائے وزارت خارجہ۔"

"لیکن وہ بسٹ غائب کہاں ہو گیا۔"

"میرا خیال ہے کہ شلی جانتی ہوگی۔ ان کی رازدار معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ ان کے ساتھ جے ڈی کی حویلی میں کیوں پائی جاتی۔"

سر سلطان اُسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

پھر وہ اس کمرے سے اُٹھ کر شلی کے پاس چلے گئے تھے۔ دوبارہ عمران سے ملے تو بتایا کہ شلی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتا سکی کہ انہوں نے اس سے ایک

بہت وزنی سوٹ کیس نصرت آباد والی حویلی میں بھجوایا تھا۔

"تو پھر ٹرائی کیجئے۔"

"ہاں دیکھوں گا۔ لیکن آخر شلی تمہارا سامنا کرنے پر کیوں آمادہ نہیں ہوتی۔"

"ارے اُس نے تو مجھے مار ہی ڈالا ہوتا۔ میرے پہنچنے سے قبل وہ دونوں جے ڈی سے جھگڑا کرتے رہے تھے۔ لیکن جب میں نے وہاں اُن کی موجودگی کا سبب پوچھا تو بڑے خلوص سے مجھے آگاہ کیا کہ جے ڈی اُن کا رشتہ دار ہے۔ حالانکہ جے ڈی نے اُن کے گیارہ ساتھیوں کو باندھ رکھا تھا اور وہ خود بھی اسٹین گنوں کے نشانے پر تھے۔ پھر بات بڑھنے پر جے ڈی نے مجھے رشوت نے اپنا مطالبہ ظاہر کیا تو بی شلی نے مجھ پر فائر جھونک م اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے غافل تھا۔ بس اُسی کا گیا ورنہ آپ اس وقت کہہ رہے ہوتے کہ سوراخ والا عمران تو نہ کبھی د سُنا۔"

"ارے ہاں، وہ فوجی کون تھے تمہارے ساتھ۔"

"خاور، چوہان اور نعمانی۔ جے ڈی کے ساتھ جانے سے قبل ان کے لیے میسج ریکارڈ کر کے چھوڑ گیا تھا۔ ... میں نے اِن تینوں کو قطعی الگ تھلگ رکھا تھا تاکہ اشد ضروری معاملات میں انہیں کام پر لگا سکوں۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولے۔ "میں چاہتا ہوں کہ وہ سوٹ کیس نصرت آباد سے تم ہی لاؤ۔ لیکن اگر شلی ساتھ نہ ہوئی تو تم اس میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔"

"بس تو پھر اُس بیچاری کی شرمندگی دور ہونے کا انتظار فرمائیے۔ اس سے پہلے تو ممکن نہیں۔"

سر سلطان کچھ نہ بولے اور عمران جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

(ختم شد)